www.novelsclubb.com
فراق
ستارہ زمان
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

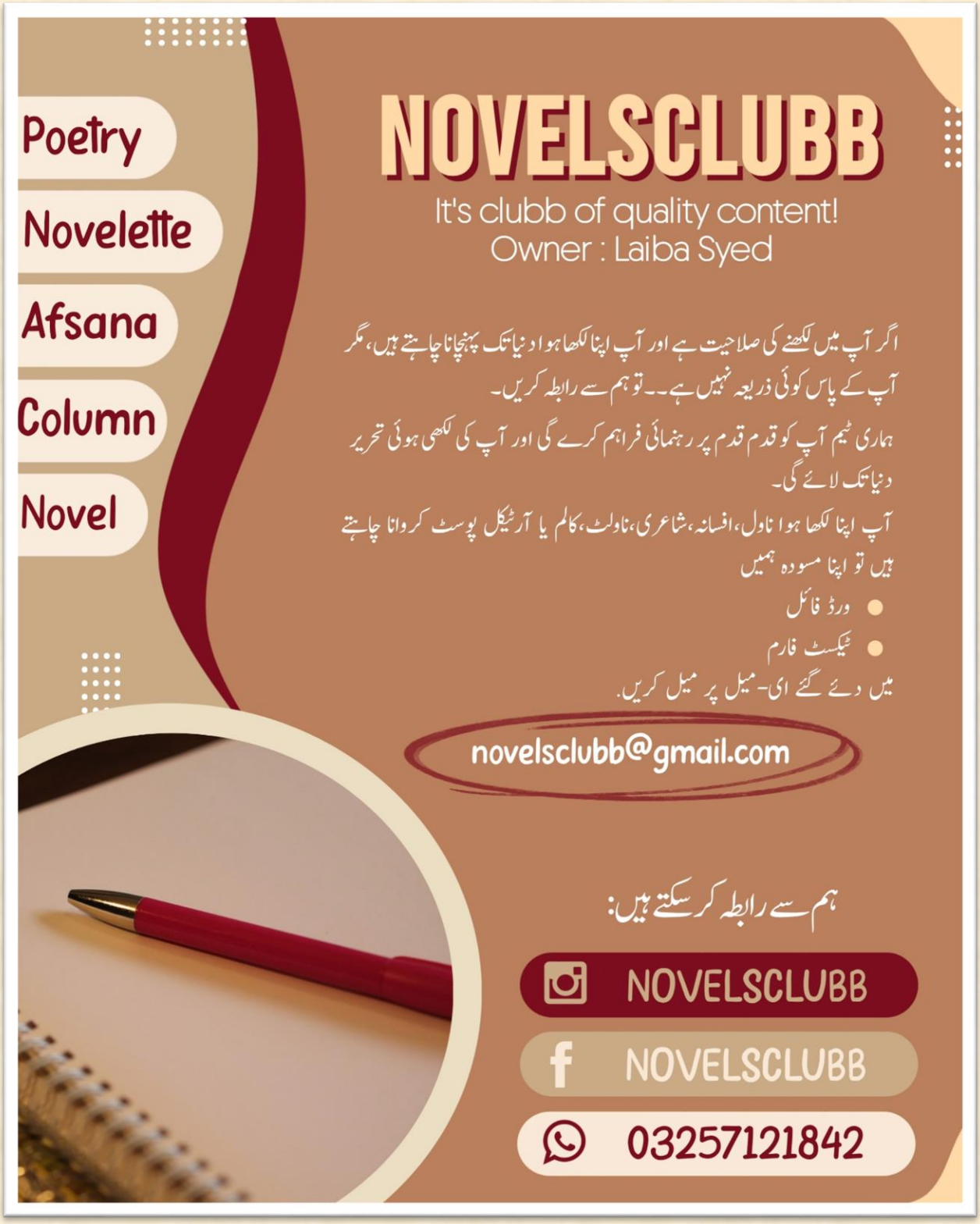
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

فراق

از قلم

ستارہ زمان

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انتساب

اس ذاتِ حق کے نام،، جو باطل سے خوب واقف ہے،،

"اور اسے مٹانے کی قوت رکھتا ہے"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب چوتھا_

خاموشی...."

بعض چیزیں بہت تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ جیسے سناٹا، ویرانہ، اور "خاموشی"

خاموشی، اکثر انسان کو بہت سے نقصان سے بچا لیتی ہے۔ لیکن باہر کی خاموشی اندر کے حصے میں جو تباہی لاتی ہے، وہ اذیت بہت بری ہوتی ہے۔

بعض اوقات خاموش ہونا ہماری چوائیز نہیں بلکہ مجبوری بن جاتا ہے،

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ہماری زندگی کی رونقیں ہوتی ہے، ہمارے پاس خوشیوں کی ایک وجہ ہوتی ہے۔

لیکن جب وہ جاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنے ساتھ ہی لے گیا۔

وہ خوشیوں کا مرکز تھا اس کے بعد خوشیاں نہیں رہی۔

وہ رونق تھا، اس کے بعد بس اندھیرہ رہ گیا۔

فراق کی زد میں آئے ہوئے لوگوں کے پاس اگر کچھ بچتا ہے تو بس "خاموشی"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کا درد ایسا ہوتا ہے کہ وہ کہہ بھی نہیں پاتے۔

نہ اس گئے ہوئے انسان کو واپس بلا پاتے ہیں۔

نہ ہی اس کے پیچھے جا سکتے ہیں

بے بسی، خاموشی، ایک انسان کیلئے نری موت ہے۔

رات کی سیاہی اب چھٹ چکی تھی اور جامنی اور سفید صبح نے ہر طرف خوبصورتی پھیلائی_ایسے میں ایک چھوٹے گھر کے اندر دو نفوس ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے لیکن ان دو لوگوں کیلئے آس پاس کی دنیا جیسے غیر ضروری تھی، کچھ ضروری تھا تو سامنے کھڑہ شخص۔ یونس خان کی آنکھوں نے ایکدم سے تاثر بدلا تھا۔ انگارے جیسے ٹھنڈے پڑ گئے ہوں۔ وہ سامنے تھی تو یونس خان اسے اپنا قتل بھی معاف کر سکتا تھا۔ لیکن جو حرکت اس نے کی تھی وہ معافی کے لائق نہ تھی

تبھی ایک آواز نے اس خاموشی کو توڑہ۔ ہواؤں نے دم سادھ لیا۔ وہ آواز گولی چلنے کی تھی۔

ایک گولی چلی پھر دوسری اور تیسری

یونس جھکا زمین پر پڑی کانپتی ہوئی اپنی بھن کو اٹھایا۔"تم دنیا کی وہ واحد عورت ہو جسے یونس خان چاھ کر بھی ایک خراش تک نہیں دے سکتا۔" پھر جان لینا تو بہت بڑی بات ہے

وہ جو لوگوں کے نرغے میں گھرہ آنکھیں موندے ساقط سا بیٹھا تھا یونس خان نے ان الفاظوں پر چونکا۔اس نے گردن اٹھا کر سامنے دیکھا یونس خان اسے دونوں بازوؤں سے پکڑے ہوئے تھا اور وہ ٹھیک تھی صحیح سلامت_اسے کچھ نہیں ہوا تھا۔ابرار میر کو جیسے دوبارہ زندگی دی گئی تھی۔ان کا خیال درست تھا کوئی بھائی اپنی بھن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کلثوم پھٹی پھٹی سرخ نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی جس کی آنکھوں میں رحم نہیں تھا بس ایک عجیب سا تاثر تھا

تم نے اپنے لیئے رسوائی چنی ہے_یونس اب اس کے بازوؤں کو جکڑ رہا تھا۔اور اب تم دیکھو گی کہ رسوا ہونا کسے کہتے ہیں۔موت شاید تمھارے لیئے آسانیاں کر دیتی لیکن زندگی،، میں تم پر زندگی حرام کر دوں گا کلثوم۔

عزت اور ذلت دینے والی ذات صرف خدا کی ہے لالہ تم کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ گیلی آواز سے بامشکل بول پائی

دیکھ لیں گیں۔ وہ کہہ کر اٹھا اور سب کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ دے کر باہر کی طرف نکل گیا۔ گارڈز نے ابرار کے بازوؤں کو ایک جھٹکے سے چھوڑا تھا

ابرار شکر کے کلمے بڑھتا کلثوم کی طرف آیا۔ سب ٹھیک۔۔۔۔ اب سب ٹھیک ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ وہ کانپتے ہوئے دل سے اسے تسلی دے رہا تھا۔ کلثوم کو کھونے کا خوف ابرار میر جیسے مرد کو اندر تک لرزا گیا تھا۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے روتی رہی اور وہ اس کا سر تھپکتے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ شکر ادا کرتے رہے

★★★_____

وہ عشاء کی نماز پڑھ کر کمرے سے باہر نکلا تو سامنے صحن میں مورے بیٹھی دیکھائی دیں_یہ آپ کی صاحب زادی کہاں ہیں مورے جب سے آیا ہوں دیکھائی ہی نہیں دی۔ ضمیر آہستگی سے کہہ رہا تھا چند لمحے پہلے والا چہرہ اب کچھ بدل چکا تھا۔

مورے ہاتھ میں سوئی اور دھاگہ لیئے کچھ بن رہی تھیں

زلیخا آئی ہوئی ہے تو اس کے ساتھ بیٹھی ہے وہ۔ اپنے کمرے میں ہی ہیں دونوں

زلیخا کا نام سن ضمیر کی آنکھوں میں زخمی پن در آیا وہ بنا کچھ کہے اپنی بھن کے کمرے کی جانب چلا گیا

راستے میں کسی ملازم نے اسے بتایا کہ زلیخا جا رہی ہے تو وہ وہ دوڑنے کے سے انداز میں نیچے تک آیا۔ اسے سامنے زلیخا گاڑی میں بیٹھتی نظر آئی اس نے ملازم کو اشارے سے اسے روکنے کیلئے کہا تو گاڑی کچھ پل وہی کھڑی رہی

کیسی ہیں آپ سالی صاحبہ۔ وہ تپانے کے سے انداز میں مسکراتا گاڑی کی کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر جھکا

زلیخا نے رخ پھیر کر اسے دیکھا۔ اپنی زبان قابو میں رکھو میں تمھاری سالی نہیں ہوں

ضمیر نے کہنیاں شیشے پر ٹکائیں۔ ہیں نہیں تو بن جائیں گیں، اس میں کیا بڑی بات ہے۔

ویسے کیا آپ میرے محبوب کا کوئی پیغام نہیں لائیں حیرت ہے مجھے۔ اس نے گردن ڈھلکا کر افسوس کیا

وہ کبھی تمھاری نہیں ہو گی۔ وہ کاٹدار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی

تمھیں پتا ہے یہی بات کہنے پر میں آج ہی صبح ایک عورت کو قتل کر چکا ہوں۔۔ کوئی اسے بتائے کہ وہ غلط جگہ پر غلط وقت پر غلط بات کر رہا ہے

زلیخا نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے کو وہ ساقط رہ گئی، ضمیر کیلئے اگر اس کے دل میں کئی بھی ذرہ برابر بھی رحم تھا تو وہ اب نہیں رہا تھا۔ "تم جانور ہو ضمیر یونس خان.. وہ کبھی تمھیں پسند نہیں کرے گی"

کیا وہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرے گی جو چار سالوں سے انہیں اتنی اچھی اچھی شاعریاں بھیجتا ہے۔ اور ان کا اتنا خیال رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر کوئی عورت ہے جو ضمیر یونس خان کو پسند نہ کرے۔ وہ جتانے کے انداز میں کہہ رہا تھا پسندیدگی کا معیار یہ نہیں ہے وہ جانتا تھا لیکن زلیخا اس کی باتوں سے تپ رہی تھی اور وہ اسے مزید تپانا چاہتا تھا

زلیخا نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔ اسے نفرت ہے تمھاری شاعریوں سے، تمھارے میسجز اسے تنگ کرتے ہیں۔ اسے تم پر پیار نہیں آتا بلکہ اسے غصہ آتا ہے بے حد غصہ

ضمیر نے سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔ محبت کی پہلی نشانی غصہ ہی تو ہے سالی صاحبہ

وہ بشر کی منگیتر ہے۔۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی ایسے جیسے وہ ضمیر کی آس ٹوٹتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو

میں نے تمہیں اپنی بھن کہا تھا زلیخا۔وہ بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔لیکن اب تم بھی ان لوگوں کے ساتھ رہ کر مجھے ایسا سمجھ رہی ہو؟کیا تم نہیں جانتی مجھے؟جو انہیں میرے خلاف کر رہی ہو

وہ لہجہ وہ انداز زلیخا نے بے اختیار آنکھیں چرائیں۔اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔میں کیسے بھول جاؤں کہ آپ نے میرے ماموں کا قتل کیا تھا۔میں نے اپنی آنکھوں سے ان کا خون آلود جسم دیکھا تھا،میں کیسے بھول جاؤں وہ

ضمیر نے دانت پر دانت جما کر ضبط کیا_جو میں نے کیا تم وہ نہیں بھول سکتی،لیکن اپنے ماموں کا کیا بھول گئی_وہ آگے کو ہوا،اس نے اپنی سالی کے ساتھ۔۔۔۔ضمیر نے لب بھینچ کر رخ موڑا وہ بہن کے سامنے وہ لفظ استعمال نہیں کر سکتا تھا

Clubb of Quality Content

انہیں میرے خلاف کرنا بند کردو زلیخا_اب کہ ضمیر کے لہجے میں سختی تھی، گلریز کو میرے خلاف کرنا بند کردو۔ ہمارے بیچ پہلے ہی بہت دوریاں ہیں انہیں مزید مت بڑھاؤ۔ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ میں نے تمہیں اپنی بھن کہا تھا

وہ کہہ کر پیچھے ہٹا_زلیخا ہکا بکا سی اسے دیکھتی رہ گئی_گاڈی آگے چلی گئی_وہ چند پل وہاں کھڑے اسے جاتا دیکھتا رہا، پھر تاسف سے سر ہلایا، میں حیوان نہیں لیکن یہ لوگ مجھے حیوان بنا کر چھوڑے گیں وہ کہتا اندر جانے لگا

★★★____

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھولوں کے درمیان بیٹھی وہ پھول جیسی لڑکی ہاتھ میں ایک خط لیئے کب سے وہی پر بیٹھ تھی۔ خط کے الفاظ اسے مزید خوبصورتی بخش رہے تھے۔ اس نے آنکھیں بند کی اور خط کو سینے سے لگالیا پھر مسکرائی۔"ابھی تو عشق کے امتحاں اور بھی ہیں میسم صاحب"وہ زیر لب بولی۔ کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اس نے فوراخط کو مروڑ کر گملوں کی اوٹ میں چھپایا دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا

کہاں ہیں میڈم آپ۔ کب سے آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں ہم۔ وہ باہر آئی تو ضمیر نے اسے دیکھ کر افسوس میں سر ہلایا۔ اچھا ہے، یہ بھی اچھا ہے، بھائی ایک ہفتے بعد گھر آیا اور اس سے ملنے بھی نہ جاؤ

ایسی بات نہیں ہے لالہ میں بس مصروف تھی

بھائی سے زیادہ مصروفیت؟ ضمیر شکوہ گر آنکھوں میں نرمی لیئے آگے آیا اور اس کا سر اپنے کندھے پر رکھا اس کے بالوں کو چوما کیسی ہے میری شہزادی

وہ اس سے الگ ہوئی۔ میں ٹھیک ہوں لالہ آپ کیسے ہیں؟ وہ مسکراتی اسے دیکھ رہی تھی

میں بھی بالکل ٹھیک ٹھاک، مزے میں، اور خوش بھی۔ وہ صوفے پر جا کر بیٹھا

حنا اس کے ساتھ جا بیٹھی۔ وہ آپ سے ملیں بھائی، کیسی ہے وہ، کیا کرتی ہے، کیا بولا اس نے آپ سے، کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتایا۔ وہ آنکھوں میں تجسس سا لیئے سوال کرتی گئی۔

ہیں تو ٹھیک۔اور کرتی وہ بس غصہ ہیں،انھوں نے مجھ سے بولا کہ وہ مجھے چھوڑے گیں نہیں اور تمھارے بارے میں بتانے کا موقع ہی نہیں دیا۔وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ایک بازو صوفے پر پھیلا کر بیٹھا

حنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔کیا اس نے سچ میں آپ سے یہ کہا کہ وہ آپ کو کبھی چھوڑے گی نہیں

ضمیر نے معصومیت سے اثبات میں سر ہلایا

حنا کو تشویش سی ہوئی۔اوہ آنکھیں سکوڑے اسے دیکھتی رہی

آپ نے ضرور اسے کسی طریقے سے تنگ کیا ہو گا جس کی وجہ سے وہ چڑ کر بولی کہ آپ کو نہیں چھوڑے گی۔وہ انگلی اٹھا کر افسوس سے بولی۔اسے اپنی ہونے والی بھابھی کیلئے برہ لگا تھا

ضمیر گردن پھیک کر ہنس دیا۔ہاں تو ہم نے تین سال تک انہیں اتنا تنگ جو کیا ہے

ہم نے نہیں آپ نے لالہ

ہیں ہیں آئیڈیا تمھارا تھا_ ضمیر کو صدمہ ہی لگا تھا

تو آپ عمل نہ کرتے خوامخواہ بے چاری کو تین سالوں تک تنگ کرتے رہے ہیں_ حنا کندھے اچکاتی اسے مزید صدمے دے گئی

ضمیر نے تاسف سے نفی میں گردن ہلائی

ویسے دو دنوں سے میں نے کچھ بھیجا نہیں۔ ضمیر جیب سے موبائل نکالنے لگا آج کچھ بھیجا جائے

حنا کی آنکھوں میں چمک در آئی شاعری ان دونوں بھن بھائیوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا اس نے پر جوشی سے گردن اثبات میں ہلائی اور ضمیر کے ساتھ لگ کر بیٹھی اس کے موبائل کی اسکرین پر دیکھنے لگی

ضمیر نے "محترمہ" نامی کنورسیشن کھولا جس میں بہت سارے بھیجے ہوئے میسجز تھے اور اب ایک اور میسج لکھا جا رہا تھا۔ وہ لکھنے کے ساتھ اب پڑھنے بھی لگا تھا

کبھی یہ دعا کہ وہ میرا ہے فقط

کبھی یہ ڈر کہ وہ مجھ سے جدا تو نہیں

کبھی یہ دعا کہ اسے مل جائیں سارے جہان کی خوشیاں

Clubb of Quality Content

کبھی یہ ڈر کہ وہ خوش میرے بنا تو نہیں

حنا گردن جھکائے مسکرادی اسے کوئی اور بھی یاد آیا تھا جس کی خوشیوں کی دعائیں وہ کرتی تھی

کبھی یہ تمنا کہ بس جاؤں ان کی نگاہوں میں

کبھی یہ ڈر کہ ان کی نگاہوں کو کسی اور نے دیکھا تو نہیں

کبھی یہ خواہش کہ زمانہ ہو منتظر ان کا

کبھی یہ وہم کہ وہ کسی سے ملا تو نہیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حنا نے گردن اٹھا کر اپنے مسکراتے ہوئے بھائی کو دیکھا اسے یہ مسکراہٹ بے حد عزیز تھی

کبھی یہ آرزو کہ وہ جو مانگے مل جائے اسے

کبھی یہ وسوسہ کہ اس نے میرے سواء کچھ اور مانگا تو نہیں

★GULLMEER★

ضمیر نے حنا کو دیکھا جو آنکھوں میں ستائش لیئے سر ہلا رہی تھی۔ خوب لالہ

بھیج دوں؟

ہاں ہاں بھیج دیں

ایس ایم ایس اس علاقے سے چلتا ہوا ایک اندھیرے کمرے میں پڑے موبائل کی اسکرین

پر جگمگایا اس کمرے میں واحد روشنی بس موبائل اسکرین کی تھی

ویسے بھائی یہ تو دوسروں کی لکھی ہوئی شاعریاں ہیں آپ خود کچھ لکھ کر بھیجیں نہ انہیں

ضمیر نے گہری سانس بھری اور سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا لکھ رہا ہوں کچھ۔ جلد ہی

مکمل ہو جائے گی لیکن انہیں تب سناؤں گا جب وہ میری ہوں گیں, جب وہ میرے پاس

ہوں گیں, میرے ساتھ, اس نے آنکھیں موند لیں آنکھوں کے پار ایک لڑکی تھی ہستی

مسکراتی

تمہیں پتا ہے حنا۔ وہ بند آنکھوں سے بولنے لگا اس کے لہجے میں الگ بچوں سا اشتیاق تھا۔ وہ

میرے ساتھ ہمیشہ رہی ہیں ہر دن ہر پل ہر لمحہ۔ محبت میں فاصلے اہمیت نہیں رکھتے اگر

محبت سچی ہو تو محبوب ہر وقت خیالوں میں آپ کے ساتھ رہتا ہے۔اس نے گہری سانس بھری اور اٹھنے لگا۔داجی کیسے ہیں تم خیال رکھتی ہوں نہ ان کا

حنا نے اثبات میں سر ہلایا

ٹھیک ہے پھر میں بھی مل کر آتا ہوں

کچھ دیر بعد وہ بڑے سے کمرے میں تھا۔سرمائی رنگ کی دیواروں والا وہ کمرہ ویرانہ سا تھا۔ بیڈ پر وسیم خان ٹیک لگائے ہوئے تھے۔چہرہ جھریاں زدہ کانپتے ہاتھ وہ سامنے بیٹھے ضمیر کو دیکھ مسکرا رہے تھے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ادھر ادھر کی غیر ضروری باتوں کے بعد وہ بالاخر مدعے پر آئے

تم میری بیٹی سے ملے میر۔وہ آنکھوں میں آس لیئے ضمیر کو دیکھنے لگے

ضمیر نے نفی میں سر ہلایا۔وہ گھر سے باہر نہیں نکلتی اور میں نے ان سے ملنے کی شرط رکھی بھی نہیں۔ذہن میں ان سے ہوئی پہلی ملاقات یاد آئی۔کس طرح وہ ضمیر کو جھٹلا کر گئی تھی۔اس کا دل کٹ کر حصوں میں تقسیم ہوا

ایک پل میں اس بوڑھے وجود کو مایوسی نے گھیرہ تھا۔ابرار کیا کہتا ہے۔اگلے ہی پل وہ سنبھال گئے تھے

ضمیر نے کرسی سے ٹیک لگالیا۔وہ کہتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی ہم جیسے جانوروں میں نہیں دے گا جو لوگوں کی بوٹیاں نوچ کر کھاتے ہوں

بوڑھے وجود کی آنکھوں میں گہرہ ملال در آیا۔حالانکہ انہیں بوٹیاں نوچ کر کھانے والوں کا کلیجہ نکال کر لے گیا تھا وہ حرام خور تیس سال پہلے_

ضمیر نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور نرمی سے دبایا۔آپ فکر نہ کریں داجی ضمیر سب ٹھیک کر دے گا

تم خوش ہو میر؟انہوں نے اپنی نرم مسکراہٹ کے ساتھ ضمیر کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرہ

جی داجی میں بہت خوش ہوں۔اتنا کہ آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔وہ ایک ننھے بچے کی طرح پر جوشی سے بتا رہا تھا۔اپنے دادا کے سامنے وہ یونہی بچہ بن جاتا تھا

وہ بھی مسکرائے۔ تو یقیناً اس ملاقات کا حال پچھلی ملاقاتوں سے کچھ بہتر ہو گا؟ نہیں؟ وہ تجسس بھرے انداز میں پوچھ رہے تھے

ضمیر ہلکا سا ہنسا۔ کہاں داجی۔ پچھلی ملاقاتیں تو انہیں یاد ہی نہیں۔ وہ بھول چکی ہیں کہ کبھی ضمیر یانس خان نامی آدمی ان کے سامنے بھی آیا تھا۔ وہ تاسف سے کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی اس بات کا دکھ ہوا تھا

داجی قہقہے لگا کر ہنس دیئے۔ آہ میر آہ۔ تمھاری قسمت۔ تمھارہ محبوب بہت سنگدل ہے۔

ضمیر گہری سانس بھر تا رھ گیا۔ اس گھر کے سبھی لوگ سنگدل ہیں داجی۔ اس گھر کے مکینوں سے اس کے کئی شکوے تھے تفصیل پھر صحیح

ضمیر اب انہیں ملاقات کا احوال سنانے لگا۔ اور وہ مسکراہٹ دبائے سنتے گئے

___★★★

ایک نئی صبح اپنے ساتھ بہت سی امیدیں خوشیاں اور اداسیاں سمیٹ کر لائی تھی۔

کھڑکیوں سے سورج کی تازہ روشنی چھن چھن کر آتی سارے کمرے کو روشن کیئے ہوئے تھی۔

فرخندہ خانم (ضمیر اور حنا کی ماں) ایک عورت سے اپنے کمرے کی صفائی کروا رہیں تھی کہ یونس خان کمرے میں داخل ہوئے

سلام خان۔ ان دونوں عورتوں نے ایک ساتھ باادب طریقے سے انہیں دیکھتے ہی سلام کیا

یونس خان نے محض سر کو خم دیا سر سے دستار نکالی، کندھوں سے شال اتار کر اپنی بیوی کو تھمائی۔ اور اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بیڈ پر بیٹھے۔

آپ ساری رات نہیں آئے کہاں تھے آپ خان۔ فرخندہ خانم فکر مندی سے پوچھ رہی تھی

کتنی بار کہا ہے جاہل عورت، مرد کے آنے جانے پر سوال نہیں کرتے۔ لیکن تم پتا نہیں کب سمجھو گی۔ ان کا لہجہ سخت تھا

فرخندہ خانم کچھ نہ بولیں۔ خاموش ہو گئی

جاؤ تم یہاں سے اور کاوا بنا کر بھیجو ہمارے لیئے۔ یونس خان نے اسی لہجے میں صفائی کرتی ہوئی عورت سے کہا

فرخندہ خانم بنا کچھ کہے بیڈ کی دوسری طرف آ کر بیٹھ گئیں

وہ بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے آنکھیں موندے ہوئے تھے

کچھ دیر بعد وہی عورت ایک ٹرے میں کاوے کی چھوٹی کٹلی اور دو مگ لا کر آئی۔ فرخندہ خانم نے اس سے ٹرے لیا اور جانے کا اشارہ کیا پھر مگ میں کاوا ڈال کر یونس خان کو دیا جو اب سیدھے ہو بیٹھے تھے

گلریز واپس آ چکی ہے۔ فرخندہ خانم کچھ ہچکچاتے ہوئے بولیں۔ اس کا نام اس خاندان کے ہر فرد کو ذہن نشین تھا۔ کسی کیلئے وہ محبت تھی تو کسی کیلئے ہتک، اور نفرت کی ایک اور وجہ

یونس خان بغیر کچھ کہے کاوا پینے لگے

ضمیر کہہ رہا تھا کہ ایک دو دن میں رشتہ لے کر جانا ہے۔ ان کے لہجے میں گھبراہٹ تھی یا شاید ڈر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یونس خان نے کڑی نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا

وہ لڑکی میرے شیر جیسے بیٹے کو کمزور کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ یونس خان کچھ دیر کے توقف کے بعد بولے۔ وہ کلثوم کی بیٹی ہے نرم دل اور بہادر بھی۔ وہ ایک دن میں اس کے دل میں رحم ڈال دے گی، جو کہ میری سلطنت کیلئے بہت برا ثابت ہو گا۔ یونس خان اس وقت کسی جابر حکمران کی طرح تھا جو اپنی حکومت کیلئے اپنے بیٹے کا دل کھانے کو تیار تھا

تو کیا آپ جرگہ کے فیصلے کو ٹھکرائیں گیں۔ فرخندہ خانم کی آخری امید بھی ٹوٹنے لگی تھی

یونس خان نے نفی میں گردن ہلائی۔ اونہوں میں فیصلے کو منع نہیں کروں گا میں بس اس لڑکی کو مروادوں گا پھر نا ہی وہ لڑکی ہو گی نا ضمیر کا دل دکھے گا اور نا ہی جرگے کے فیصلے کی بے حرمتی ہو گی_ اس کی آنکھوں میں ڈھونڈنے سے بھی رحم نہیں ملتا تھا

فرخندہ خانم کا دل زور سے دھڑکا تھا ان کی آنکھوں میں نمی در آئی۔ آپ اپنی بھن کی اولاد کو ماریں گیں آپ کے ہاتھ نہیں کانپیں ں گیں دل نہیں لرزے گا آپ کا

وہ کاوا ختم کر چکے تھے تو مگ سائیڈ پر رکھا اور ٹانگیں سیدھی کر لیں۔ میری بھن کلثوم دنیا کی واحد عورت تھی جس کی جان میں نہیں لے سکتا کبھی بھی نہیں_اس کے علاوہ جو بھی ہو میں بنا وقت گوائے اس کی سانسیں چھین سکتا ہوں پھر چاہے وہ اس کی ہی اولاد کیوں نہ ہو۔اس کی آنکھوں میں حیوانگی تھی۔اور اسے تو میں پیدا ہوتے ہی مروا دیتا لیکن اس کے بھائی کی بے وقوفی کی وجہ سے وہ کھو گئی مجھے لگا مر گئی ہو گی یا کبھی واپس نہیں آئے گی لیکن میں یہ بھول گیا کہ وہ ابرار کی اولاد ہے۔ہم پر سانسیں تنگ کر دے گی لیکن خود نہیں مرے گی۔

ان کے لہجے میں ڈھیروں ڈھیر ملامتیں تھیں

فرخندہ خانم ساکن سی انہیں دیکھتی رہی۔کلثوم سچ کہتی تھی آپ انسان نہیں حیوان ہو۔ان کے لہجے میں لرزش تھی اور آواز مدھم۔خدا نے بنو یونس خان۔کسی کی سانسوں پر اختیار نہیں رکھتے اور اس کا دعویٰ بھی مت کرو،خدائی کا دعوی کرنے والے مغرور انسانوں سے یہ دنیا بھری پڑی ہے اور ان کے عبرت ناک انجام سے بھی کوئی لاعلم نہیں۔توبہ کر لو یونس خان توبہ کر لو۔

یونس خان مسکرایا۔جہاں دنیا بھری پڑی ہے وہاں میرے جیسے ایک اور خدائی کے دعویدار سے کیا ہی فرق پڑ جائے گا۔وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سفاکی سے بولے۔

اب یہاں سے چلی جاؤ جاہل عورت،اس سے پہلے کہ یہ حیوان تمھیں زندہ نگل جائے۔اور اگر تم نے ضمیر کو کچھ بتانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا اور کوئی نہیں ہو گا۔انگلی اٹھا کر دھمکایا گیا

فرخندہ خانم بنا کچھ کہے وہاں سے نکل گئی۔ان کے دل پر چھریاں چلی تھیں گلریز ان کیلئے آخری امید تھی جو ان کے بیٹے کو راہ راست پر لاتی اور اس درندگی کو ختم کرتی۔لیکن آج ان کی وہ آخری امید بھی ٹوٹ کر بکھری تھی۔اپنے سسر(وسیم خان)اور ماں سے شکوؤں میں ایک اور شکوے کا اضافہ ہوا تھا۔

★★★____

رات گھری تھی،ہر طرف بس تاریکی سیاہی،موسم کافی حد تک ٹھنڈہ تھا۔چاند ستارے اپنے پورے نور کے ساتھ آسمان پر اپنی اپنی جگہ بنائے ہوئے ٹمٹمار ہے تھے۔ایسے میں ایک عالیشان بنگلہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا_لیکن کیا یہ تاریکی صرف اس بنگلے پر تھی یا اس گھر کے

مکینوں پر بھی؟

وہ چہرے پر الجھن لیئے راہداری میں ایک بند دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتا اور پھر ہٹا دیتا وہ آدھے گھنٹے سے وہاں کھڑا یہ عمل دھرا رہا تھا۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اندر جانے کی۔ وہ گہری سانس بھرتا واپس جانے کیلئے مڑا کہ کمرے کے اندر سے آواز آئی۔ "آجاؤ بچے۔" حسن چونک کر رکا بیس سالوں بعد اس نے یہ الفاظ سنے تھے۔ اس کے دل پر جیسے ٹھنڈی پھوار پڑ گئی ہو۔ وہ دروازہ کھول کر اندر گیا

سامنے آدم قد کھڑکیوں کی طرف منہ کیئے کوئی عورت کھڑی تھی

حسن بنا کچھ کہے ان کی پشت کو دیکھے گیا۔ آپ کو کیسے پتا کہ میں ہوں؟ وہ پوچھ رہا تھا یا پھر شاید وہ الفاظ سننا چاہتا تھا جو سنے زمانے بیت گئے تھے

ماؤں کو ہر بات کا علم ہو جاتا ہے بچے_ عورت نے بنا مڑے کہا

حسن نے گردن جھکا لی۔ پھر اتنے سال آپ کو میری تکلیف کا علم کیوں نہ ہوا؟ آج اس کے انداز میں شرمندگی نہیں تھی شکوہ تھا۔ ایک بچے کا ماں سے شکوہ

سامنے چند پل خاموشی رہی_ مجھے معاف کر دو بچے۔۔ بہت دیر بعد ان کی کانپتی آواز حسن

کے کانوں میں پڑی

اب کہ وہ عورت مڑی۔باہر سے آتی روشنی ان کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔بڑی خوبصورت بھوری آنکھیں،دائیں آنکھ کے ساتھ ایک چھوٹا سا تل۔نقوش کافی حد تک گلریز سے ملتے جلتے

میں نے اسے کھویا تھا لیکن تم لوگ تو میرے پاس تھے پھر بھی میں نے تم سے دوری برت لی۔وہ پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گئیں

حسن کا بے اختیار دل چاہا کہ وہ اپنی ماں کی آغوش میں سر رکھ لے لیکن وہ کبھی ان کے بلائے بغیر ان کے قریب نہیں جاتا تھا۔س لیئے وہ آج بھی ان کے بلاوے کا منتظر تھا

کلثوم کی آنکھوں سے چند آنسوں نکلے۔حسن نے گردن مزید جھکا لی

آؤ بچے میرے پاس آؤ۔ماں نے ہاتھوں سے آنے کا اشارہ کیا

حسن نے چونک کر سر اٹھایا چند پل وہ یونہی کھڑہ رہا ساقط،جامد۔یہ اگر محبت تھی حسن پر آج محبتوں کی انتہا ہوئی تھی،شفقت تھی تو حسن میر آج سیر ہوا تھا۔اس کی آنکھوں نے یکے بعد تاثر بدلے پہلے حیرانگی پھر محبت اور پھر بیس سالوں سے دل میں چھپایا ہوا غبار

آنسوں کی صورت آنکھوں سے بھہ نکلا۔اس نے ایک قدم اٹھایا۔وہ قدم بہت بھاری تھا۔ پھر دوسرہ،وہ قدم گزرے زمانے کی رنجشوں پر دھرہ،پھر تیسری قدم اٹھایا،اس قدم نے گزرے دنوں کی ساری شکایتوں کو ختم کرڈالا۔محرومیاں دور جاسوئیں اب تو بہار کے دن تھے۔"حسن میر کے دل کی بھار اس کی ماں۔"اس نے اپنی ماں کی آغوش میں سر چھپالیا اور وہ انتیس سالہ مرد پھوٹ پھوٹ کر روتا کوئی ننھا بچہ لگ رہا تھا۔جو کسی کی ڈانٹ کھانے کے بعد اپنی ماں کے پاس آکر شکایتیں کرنے لگ جاتا ہے

میں نے۔۔۔آپ کو بہت۔۔۔۔۔بہت مس کیاماں۔۔۔۔میں نے اسے بھی بہت مس۔۔۔۔۔کیا لیکن۔۔۔۔لیکن۔۔وہ ہچکیوں کے درمیان کھہ رہا تھا۔وہ۔۔بہت بری ہے۔۔۔اس نے ہم سب کو بہت تڑپایا ہے

ماں شفقت سے اس کے بالوں میں ہاتھہ پھیرتی مسکراتی اور آنسوں صاف کرتیں اور اس کی حالت دیکھیں ماں۔اب کہ وہ سر اٹھائے ماں کو دیکھنے لگا۔اس کا لہجہ ایسا تھا کہ جیسے کچھہ ہوا ہی نہیں۔یہ بیس سال جیسے درمیان میں تھے ہی نہیں۔

دو دنوں سے کمرے میں گھسی بیٹھی ہے باہر ہی نہیں نکلتی اور نہ ہی دروازہ کھولتی ہے۔ بیبی جی کے نخرے ہی نہیں ختم ہو کے دے رہے ہیں۔ وہ آنسوں صاف کرتا منہ چڑھا کر بولا کلثوم مسکرائیں۔ آخر کار وہ بھی تمھاری ہی بھن ہے کیا بغیر بلائے پاس آئے گی۔ انھوں نے جھک کر حسن کا ماتھا چوما۔ ساری کلفتیں کئی دور جا سوئی۔ اگر حسن کے ساتھ ماں تھی تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے کمزور نہیں کر سکتی تھی۔

جاؤ اور جا کر بھن کو مناؤ وہ اس وقت صدمے میں ہو گی۔ اس کی بیس سال کی زندگی ایک جھوٹ تھی اور یہ برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔ جاؤ بچے اسے مناؤ اور کل تک وہ مجھے ہستی کھیلتی چاہیئے۔ وہ انگلی اٹھا کر وارن کرنے لگیں

ماں وہ بہت ضدی ہے۔ اور آپ کو پتا ہے وہ بہت چلاتی بھی ہے۔ حسن سرگوشی کے انداز میں بولا

کلثوم آہستہ سے ہنس دی۔ حسن نے اتنے عرصے بعد اپنی ماں کو ایسے ہستا دیکھا وہ تو اس مسکراہٹ کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر سکتا تھا، وہ کر چکا تھا۔

تو تم اور تمھارے بابا کم چلاتے ہو۔ ویسے مجھ سے پوچھو تو اس کی صرف شکل مجھ پر گئی ہے

باقی تو وہ ساری تمھارے بابا اور تمہارے جیسی ہے_ نکچڑی, نخرے باز, چالاک, غصے کی تیز, اور چلانے والی۔ وہ انگلیوں پر گنواتی گئی

آپ نہیں ملیں گیں اس سے؟ وہ نرمی سے اپنی ماں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے گیا

کلثوم نے اس کے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کی۔ ایک گہری سانس بھری اور سر صوفے کی پشت سے ٹکایا۔ اس کا آنا میرے لیئے ایک خواب کے جیسا ہے اگر میں اچانک اس سے ملی، وہ مسکرائیں، تو شاید خوشی سے ہی مرجاؤں۔ اس لیئے پہلے میں اس کے آنے کو مکمل طور پر قبول کرلوں پھر ملوں گیں۔ وہ سیدھی ہوئیں۔ اب جاؤ تم اور بھائیوں کو بھی ساتھ لے جاؤ، جا کر مناؤ اسے۔ یہ جو سستی کومیڈی تم لوگ آپس میں کرتے رہتے ہو یہ جا کر اس کے سامنے کرو شاید وہ ہنس دے

حسن نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ تو خود ہم سے زیادہ سخت تانے کستی ہے ہم لوگوں پر۔ اور آپ کو پتا ہے فیض سے تو اس کی بالکل نہیں بنتی اور میسم کو دیکھ تو وہ چڑ ہی جاتی ہے۔ وہ ہنسا جیسے محظوظ ہوا ہو

اور تم سے کس طرح بات کرتی ہے۔ وہ نرم نظروں سے اسکے ایک ایک بدلتے تاثر کو دیکھ رہیں تھیں

حسن کی مسکراہٹ غائب ہوئی وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرتی۔ فیض سے لڑتی ہے میسم سے سخت لہجہ رکھتی ہے اور بشر کو تو بولنے ہی نہیں دیتی۔ لیکن مجھ سے وہ کچھ نہیں کہتی کچھ بھی نہیں۔۔۔

ماں نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں بھرہ۔ میں نے کہا ہے نہ۔ وہ تمھاری بھن ہے جب تک تم اس سے بات شروع نہیں کرتے وہ بھی نہیں کرے گی اور ہو سکتا ہے وہ تم سے ناراض ہو آخر کار تم اتنے دن اس کے ساتھ تھے اور پھر بھی تم نے اس سے سب کچھ چھپایا

حسن کی آنکھوں میں چمک آئی۔ اس کا مطلب وہ مجھ سے ناراض ہے۔۔۔ وہ اس کی ناراضگی پر خوش ہو رہا تھا۔ آہ پاگل

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ میں اسے چٹکیوں میں منالوں گا ڈونٹ وری ماں۔ وہ اپنی ماں کے بال چومتے کمرے سے باہر نکل گیا

___★★★

آج بھی اس کے کمرے کی ساری لائیٹس اوف تھی لیکن کھلی ہوئی کھڑکیوں سے چاندکی روشنی چھن کر اندر آتی،اور ساتھ سردیوں کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بھی آتے۔وہ جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے گھٹنے سینے سے لگائے اکرو بیٹھی تھی،اس کے وجود پر کپکپی طاری ہونے لگی لیکن یہ نہ ہوا کہ اٹھ کر کھڑکیاں بند کرے_اور کچھ دیر پہلے آنے والے میسج نے تو اسے سخت بے زار کیا تھا۔تبھی دروازہ حلقے سے نوک کے بعد کھلا،چرچراہٹ کی آواز نے اس خاموشی میں ایک ارتعاش سا قائم کیا،اس نے آنکھیں میچ کر کھولی،کیا ہوتا جو وہ دروازہ لوک کر دیتی۔اندر آتے وجود نے بھی لائیٹس اون کرنے کی زحمت نہیں کی تھی، اس نے کھڑکیاں بند کی ٹھنڈی ہواؤں کا رستہ بند ہو گیا۔لیکن چاند کی مدھم روشنی اب بھی کمرے میں پڑ رہی تھی، کمرے میں ایکدم سے گرمائش پھیلی تھی،وہ دبے پاؤں آتا اس کے قریب بیٹھ گیا ایسے کہ اگر وہ ٹانگیں سیدھی کرے تو اس سے ٹکرائیں۔

کئی لمحے خاموشی میں گزرے، کوئی ان دیکھی دیوار تھی ان دونوں کے بیچ جسے گرانا تھا، کوئی فاصلہ تھا جسے ختم کرنا تھا، کئی شکوے تھے جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے تھے لیکن پہل،، کون کرے؟

وہ دونوں خاموش رہے ایک دوسرے کے بولنے کے انتظار میں دونوں خاموش رہے اور پھر بلآخر اس نے پہل کی۔ کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی؟ اس کی بھاری مردانہ آواز سارے میں گونجی۔ میں تمھارہ بھائی ہوں کیا تم یہ قبول نہیں کر سکتی۔ اس کے لہجے میں ڈھیروڈھیر بے بسی تھی۔

کس چیز کیلئے معاف کرنا ہے؟ اس کا انداز بے تاثر تھا

گلریز.. تم اتنے سال اس خاندان سے میری وجہ سے دور رہی۔ صرف میری وجہ سے۔ وہ گردن جھکائے کہہ رہا تھا۔ دل پر ڈھیروں بوجھ تھا جو ہٹائے نہیں ہٹتا تھا۔ وہ میری غلطی تھی، میں نے تمہیں جانے دیا، میں نے تم سے ہاتھ کھینچ لیا وہ میری غلطی تھی۔ بیس سال پہلے میری وجہ سے تم ہم سب سے الگ ہوئی تھی۔ آنکھیں تھی کہ برسنے کو تیار، ہاتھ تھے کہ خود کو نقصان پہچانے کے منتظر۔ اس کا دماغ شل تھا اور دل ایسے کہ دفن کیا گیا ہو۔ حسن میر کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پورہ وجود اسے کسی قبر کے اندر دفن ہوتا لگا۔ اپنی بھن کے سامنے اقبال جرم دنیا کا سب سے مشکل کام تھا لیکن حسن میر کو آج یہ کام کرنا تھا اور وہ کرے گا۔

گل کا دماغ اب بھی کچھ سمجھنے سے قاصر تھا، بیس سال پہلے۔۔۔ یعنی جب وہ پیدہ ہوئی تھی۔ کیا وہ تب ہی سے ان لوگوں سے دور تھی، اور اگر وہ تب سے دور تھی تو ان سب کے دلوں میں اس کیلئے آج بھی اتنی محبت کیسے؟ اگر ان لوگوں نے کبھی اسے دیکھا نہیں تو وہ اس کیلئے یوں تڑپ کیسے رہے تھے؟ ڈھیر سارے سوال تھے اس کے دماغ میں لیکن زبان تھی کہ تالو سے چپکی ہوئی۔

بیس سال پہلے۔۔۔۔ کیا ہوا تھا؟؟؟ وہ بہت ہی دھیمی آواز میں بولی۔ حسن نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔ مدھم روشنی میں اسے حسن کی آنکھوں میں نمی سی نظر آئی تھی

حسن سیدھا ہو بیٹھا آنکھیں بند کر کے کھولی، اور بولنا شروع کیا، پر ہر لفظ کے ساتھ اس کا دل کٹتا جا رہا تھا لیکن آج اسے بولنا تھا۔ اسے اپنی بھن کو حقیقت بتانی تھی اور اگر اس کے بعد وہ اس سے نفرت کرے گی تو وہ بھی حسن کو قبول ہو گی کیونکہ وہ اس کا گناہ گار تھا۔

بیس سال قبل۔۔۔

بابا اب ہم ہماری گلریز کو گھر لے کر جا سکتے ہیں۔ نو دس سالہ حسن جھک کر پوچھ رہا تھا۔

ابرار نے اثبات میں سر ہلایا۔ہاں بیٹا اب ہماری گلریز ہمارے ساتھ گھر جائے گی۔ ابرار بولے تھے ان دنوں وہ زیادہ ہینڈسم لگا کرتے تھے

وہ دو جڑوہ بچے تھے جن میں سے فیض صحتیاب تھا لیکن گل بے حد کمزور۔ پیدہ ہونے کے چند دن بعد ہی اسے ہو سپیٹلائیز کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ایک ہفتہ ہاسپیٹل میں رہی تھی، اور اب وہ بالآخر صحتیاب ہو چکی تھی اور اسے گھر لے کر جانے کی تیاری تھی اسے لینے ابرار اور حسن ہی آئے تھے

کچھ ہی دیر میں نرس نے انہیں گلریز لا کر دی، تو لئیے میں لپٹی سکون سے سوئی ہوئی بچی، جس کے ننھے ہاتھ بند مٹھی کی صورت اس کے گالوں پر پڑے تھے، گلابی گالوں والی وہ بچی اپنے باپ اور بھائی کے دل کا قرار تھی۔ ابرار نے جھک کر حسن کو دیکھائی حسن نے پیار سے باری باری اپنی بھن کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ چومے، تو وہ ہلکا سا کسمسائی وہ گہرہ مسکرایا۔ ان دو ہفتوں میں وہ کوئی دن میں ایک ہزار مرتبہ یہ عمل دھراتا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے اپنی بھن

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ بہت پسند ہیں اور وہ بار بار اس کے ہاتھوں کو چومتا رہے گا

اب چلیں_ ابرار نے گلریز کو اپنے کندھے سے لگایا۔ حسن کا ہاتھ پکڑا اور اب وہ جانے لگے تھے۔

ابرار نے حسن کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا اور پھر اس کی گود میں گلریز کو دیا۔ کسی احساس کے تحت انہوں نے مڑ کر دیکھا، پارکینگ لوٹ میں وہاں صرف گاڑیاں تھی، اور خاموشی تھی۔ معمول سے ہٹ کر خاموشی۔ وہ نظر انداز کرتے مڑ کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آنے لگے تھے کہ انہیں اپنے بازو میں ایک لوہے کی گرم سیخ سی گھستی محسوس ہوئی، انہوں نے بے اختیار کراہ کر گاڑی کا سہارہ لیا۔ مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی ان کی طرف آرہا تھا، سیاہ پینٹ اور شرٹ پہنے سر پر پی کیپ اور آنکھوں پہ کالے چشمے، ہاتھوں میں گلبس، اور اس کے ہاتھ میں ایک بندوق تھی وہ بندوق کو گھماتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حسن چھلانگ مار کر گاڑی سے اترا گلریز کو کسی متاع حیات کی طرح مضبوطی سے سینے میں بھینچ لیا

کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو۔ ابرار بازو پر ہاتھ رکھے با مشکل بول پا رہے تھے درد شدید تھا۔ بازو سے سرخ مایع بھ رہا تھا، صد شکر کہ سیاہ قمیض پر وہ رنگ نمایاں نہ تھا ورنہ حسن تو

وہی ڈر جاتا

وہ آدمی ابرار کے ٹھیک سامنے آ کھڑا ہوا۔ ابرار نے اسے مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا کہ اس نے ایک دم سے ابرار کا ہاتھ پکڑا اور بندوق کو گھما کر اس کا ہتھا زور سے ابرار کے سر پر مارا۔ وہ کراہ کر رہ گئے۔ اس آدمی نے دوسری بار بندوق کا ہتھا ابرار کے سر پر مارا اور پیٹ پر ایک لات ماری۔ وہ بے دھم سے ہو کر زمین پر گر پڑے

حسن دوڑ کر اپنے باپ کے پاس آیا_بابا اٹھیں آنکھیں کھولیں بابا

حسن۔۔۔۔بیٹا۔۔۔جاؤ یہاں۔۔۔۔۔بھن۔۔کو لے کر۔۔۔۔۔جاؤ یہاں سے۔ وہ درد کے مارے با مشکل الفاظ ادا کر پائے

وہ آدمی اب حسن کی جانب آ کر بیٹھا اور ہاتھ بڑھایا

حسن کی آنکھیں خوف سے پھٹی رہی

اپنی بھن مجھے دے دو۔ ایک بھاری مردانی آواز سارے میں گونجی۔ حسن سالوں تک اس آواز کے خوف سے نہیں نکلنے والا تھا

حسن نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔ اور گلریز کے گرد حصار مضبوط کیا وہ بچی اب جاگ گئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھی اور زور زور سے رونے لگی

حسن جاؤ۔۔۔۔ابرار درد سے دوہرے ہو چکے تھے

اس آدمی نے اپنی گن ابرار کے سر پر تانی۔اب ایک فیصلہ کرو بیٹا۔باپ یا بھن؟

حسن کی آنکھوں سے آنسوں ٹپ ٹپ بھنے لگے..اس نے ابرار کی جانب دیکھا

حسن نہیں۔ابرار نے نفی میں گردن ہلائی

باپ یا بھن؟اس آدمی نے ایک بار پھر حسن سے سرگوشی کی کوئی اور موقعہ ہوتا تو ابرار بخوبی اس کی آواز پہچان لیتے لیکن ابھی ان کی سماعتیں سن ہو چکی تھی،دماغ ماؤف

وہ اب بھی نفی میں گردن ہلا رہا تھا۔تبھی ایک دوسری گولی چلی تھی،وہ گولی ابرار کے اسی بازو پر ماری گئی۔ایک بازو پر دو گولیاں ابرار بے ساختہ چیخے

ساتھ حسن نفی میں سر ہلاتا رہا

بھن یا باپ؟؟اس نے پھر بندوق ابرار کے سر پر رکھی۔

حسن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اس نے بس ابرار کو دیکھا جو با مشکل آنکھوں کو کھولے ہوئے

تھے۔اس نے گلریز کے گرد اپنا حصار ڈھیلا کیا اور پھر آہستہ آہستہ اس نے اسے بازوؤں میں رکھا باپ اور بھن میں سے اس دس سالہ بچے نے باپ کو چنا تھا۔ابرار کی آنکھیں نیم واہ تھی۔اور ان کی آنکھوں نے جو آخری منظر دیکھا وہ تھا۔ حسن نے گلریز کو اس آدمی کی طرف بڑھا دیا۔ابرار نے آنکھیں میچ لیں

وہ آدمی اس روتی ہوئی بچی کو لے کر اٹھا

حسن سن سا ابرار کو دیکھے گیا جو ہزیانی انداز میں چلا رہے تھے۔اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا اس کی جیسے سماعت ہی ختم ہو چکی ہو حسن نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی اور اب اسے اس غلطی کا خامیازہ اگلے کئی سالوں تک بھگتنا تھا

وہ آدمی جاتے ہوئے مڑا ابرار کے چیخنے اور اس بچی کے رونے سے کچھ لوگ وہاں آنے لگے تھے۔اس نے ایک گولی ابرار کے پہلوں پر ماری اور پھر اندھا دھند وہاں سے بھاگنے لگا۔

کسی نے آکر وہاں پر فائیر الرٹ کا الارم بجا دیا لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے کوئی اسٹریچر لے کر ان کی طرف آیا اور بے سد پڑے ابرار کو اس اسٹریچر پر بیٹھایا۔ حسن اب تک وہی کا

وہی بیٹھا تھا کسی نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اس کے بعد کچھ لوگ اس کے باپ کو اندر لے کر جانے لگے کوئی اسے بازوؤں سے پکڑ کر ہسپتال میں اندر لے آیا اور اسے آپریشن تھیٹر کے سامنے بیٹھایا جہاں اندر اس کا باپ تھا لوگ آتے اور اس سے کچھ پوچھتے لیکن وہ کچھ سن نہیں رہا تھا اس کا دماغ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا اسے بس لوگوں کے لب ہلتے محسوس ہوتے اور پھر اسے اپنی ماں ان راہداریوں میں نظر آئی جس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا حسن اٹھا اور دوڑ کر اپنی ماں کے گلے لگ گیا اور شاید یہ آخری بار تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ماں گلریز۔۔۔۔ماں_ وہ دھاڑے مار کر رونے لگا

ماں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر خود سے الگ کیا۔ کیا ہوا گلریز کو کہاں ہے وہ۔ حسن مجھے بتاؤ۔ انہوں نے حسن کے آنسوں صاف کیئے اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا۔ کیا ہوا تھا حسن بھن کہاں ہے بتاؤ مجھے

حسن نے روتے ہوئے انہیں ایک ایک بات بتائی کلثوم کا سانس حلق میں اٹک چکا تھا کوئی اس کی بیٹی کو لے گیا تھا یہ سوچنا اس کی روح کو جھنجھوڑ رہا تھا وہ سر ہاتھوں میں گرائے وہی بیٹھ گئی۔ یہ کیا کیا حسن تم نے یہ کیا کیا حسن؟؟ وہ گھٹنوں میں سر دیئے زور زور سے

رونے لگی

بس چند پل اور اس خاندان کا سکھ چین لوٹ لیا گیا تھا چند پل کافی ہوتے ہیں کسی کو برباد کرنے کیلئے، کسی کا سکھ چھیننے کیلئے، کسی سے اس کی متاع حیات لوٹنے کیلئے چند پل کافی ہوتے ہیں۔

اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ گلریز کی مدھم آواز پر وہ ماضی سے حال میں آیا۔ قصہ تو وہ کب کا سنا چکا تھا۔ کئی پل وہ دونوں خاموش بیٹھے تھے حسن گردن جھکائے بیٹھا ماضی میں گم تھا اور گلریز اس دس سالہ بچے کا قصور ڈھونڈھ رہی تھی۔

"جس کے سامنے اس کا باپ اور بھن تھے اور اسے کسی ایک کو چننا تھا تو فطری سی بات تھی بچہ ہمیشہ اپنے محافظ کو چنتا ہے اور اس دس سالہ بچے نے بھی اپنے محافظ اپنے باپ کو چنا تھا۔" وہ بہت سوچنے کے بعد بول رہی تھی

تب آپ صرف دس سال کے تھے، بچے تھے، آپ نے وہ کیا جو اس عمر میں کوئی بھی بچہ کرتا، اگر میں ہوتی تو میں بھی یہی کرتی۔

حسن یک ٹک سا اسے دیکھے گیا بنا پلک جھپکائے۔ ساری دنیا اسے جس لڑکی کا قصوروار ٹھہرہ چکی تھی وہ اسے بے قصور کہہ رہی تھی۔ کیا یہ بھن بھائی کی محبت تھی یا وہ واقعی بے قصور تھا؟

وہ اب نہیں بول رہی تھی، حسن کا دل کیا وہ بولتی رہے وہ خاموش ہوتی تھی تو بری لگتی تھی۔

تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے؟ وہ پوچھ رہا تھا

وہ بہت دیر خاموش رہی۔ "اگر نہ ہوتا تو یوں ایک مہینے تک آپ کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھ کر کام نہ کرتی۔" حسن کی تعریف وہ اس وقت کرنا نہیں چاہتی تھی اور خاموش رہ رہ کر وہ اکتا چکی تھی اسے لڑنا تھا ساری دنیا سے لڑنا تھا

حسن ہلکا بہت ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے دھیرے سے گلریز کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرہ۔ میں نے تمہیں مس کیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں ٹپک کر گلریز کے ہاتھ پر گر رہے تھے اور گلریز ساکن رہ گئی۔ وہ اس کے سامنے اس کیلئے رو رہا تھا

"میں نے ان بیس سالوں میں ہمیشہ تمھاری کمی محسوس کی۔ تمھاری کمی کوئی پوری نہیں کر سکا، کوئی بھی نہیں۔ یہ سب ہمارے ساتھ ہی کیوں ہوا یار؟؟"اس نے گلریز کے ہاتھ بلند کیئے اور اپنی آنکھوں سے لگائے۔

"ہمارے بیس سال برباد ہو گئے۔ یہ تو بہت برہ ہو گیا یار۔"وہ شکایتی انداز میں کہہ رہا تھا اس کی آنکھوں سے گرم آنسوں نکل کر گل کے ہاتھ کو چھو رہے تھے۔ اسے یہ آنسوں برے لگ رہے تھے۔ وہ کیوں رو رہا تھا اسے نہیں رونا چاہیئے

"تمھاری جدائی میرہ ایک حصہ کھا گئی گلریز...."

اور اس سچ نے میرے آدھے وجود کو نوچ ڈالا ہے۔ وہ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہ سکی۔ اسے لگا وہ بولے گی تو حسن کی یکسوئی ٹوٹ جائے گی۔ اور ابھی وہ چاہتی تھی کہ حسن بولے

ماں اور بابا نے بیس سالوں سے مجھ سے اچھے سے بات نہیں کی، انہیں میری شکل تک سے نفرت ہو گئی تھی انہوں نے مجھے لندن بھیج دیا۔ وہ لوگ مجھے خود سے دور کرنا چاہتے تھے۔ انہیں حسن پسند نہیں تھا۔ تمہیں پتا ہے میں وہاں تنہا تھا بالکل تنہا۔ اور ہمیشہ یہی سوچتا تھا کہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر میری بھن ہوتی تو مجھے کبھی یوں تنہا نہ چھوڑتی۔ تمہیں پتا ہے میرہ ایک دوست تھا اس کی بھن تھی۔ وہ اس سے گھنٹوں باتیں کرتا تھا۔ اس کی باتوں پر ہنستا۔ کبھی وہ اسے ڈانٹتا، تو کبھی اس سے ڈانٹ کھاتا تھا۔ میرہ بھی دل کرتا تھا کہ میں بھی اپنی بھن سے ملوں۔ لیکن میری بے بسی دیکھو۔ مجھے اپنی بھن کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ یہ کیا ہو گیا ہمارے ساتھ یار۔ یہ تو بہت برہ ہو گیا۔ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا، ساتھ رو رہا تھا، اس نے ایک پل کیلئے بھی گل کے ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے نہ ہٹایا

"اب میں مل گئی ہوں...." وہ بہت ہی آہستہ سے بولی۔ آنسوں پر بمشکل بند باندھا

حسن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بند کر لیا، گویا وہ اس کی متاع حیات ہو۔

وہ ہلکا سا مسکرایا۔ اس کا لمس برہ نہیں تھا اس میں تحفظ تھا، مان تھا۔ شاید ایک بھائی کا لمس یہی ہوتا ہے۔

"اب تم مل گئی ہو،اور لگتا ہے جیسے وہ بیس سال کبھی بیچ میں آئے ہی نہیں۔ایسا لگتا ہے جیسے اب سبھی زخموں کا مداوا ہو گیا ہو۔تم ہو تو لگتا ہے زندگی ہے۔سب ہے۔اب حسن میر کا بھی خوشیوں پر حق ہے۔زندگی پر حق ہے۔"وہ کہہ رہا تھا اور گل بس اسے دیکھتی رہی اس نے پہلے کبھی اتنی محبت نہیں دیکھی تھی

گل نے آہستہ سے اس کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ کھینچا۔حسن کی مسکراہٹ کچھ سمٹی۔لیکن وہ اسے وقت دینا چاہتا تھا وہ اٹھ گیا۔میری ضرورت ہو تو بتانا۔وہ کہہ کر اب پلٹ گیا تھا جاتے وقت اس کے قدم بھاری تھے لیکن دل نہیں۔دل کو جیسے آج رہائی ملی تھی،قید سے رہائی،قبر سے رہائی۔آج وہ ہر گناہ سے بری الذمہ تھا۔اور یہ پروانہ اسے اس کی بھن نے دیا تھا۔وہ مسکرہ رہا تھا اور یہ مسکراہٹ سچی تھی۔

وہ چلا گیا تو کمرے میں دوبارہ سے وہی سناٹا چھا گیا۔اس خاموشی میں وہ اپنی سانسیں اور دھڑکتے دل کی آواز بھی سن پا رہی تھی۔اسے بے اختیار کوفت ہوئی وہ اتنی تنہائی کی عادی نہیں تھی اسے تنہا کیوں چھوڑ دیا گیا تھا۔وہ گہری سانس بھرتی اٹھی اور کھڑکیوں کے قریب کھڑی ہو گئی۔نیچے لون میں فیض اور میسم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

مجھے کیوں تنہا کر دیا گیا؟ وہ خود سے بڑبڑائی۔ اس کا صدمہ اب ختم ہو چکا تھا۔ وہ حقیقت کو قبول کرنے کے مرحلے میں تھی۔ زندگی کی طرف واپس لوٹنا چاہ رہی تھی۔ وہ کبھی تنہا نہیں رہی تھی۔ لیکن یہ تنہائی اس کی اپنی بنی ہوئی تھی

وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اسے غصہ آرہا تھا، بے حد غصہ۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ اشارہ حفیظ بخش اور اس کے خاندان کی طرف تھا۔

نمی، فیروز، فری انہوں نے بھی مجھے دو کھا دیا، سب کو حقیقت معلوم تھی سب کو۔۔۔۔ وہ چلائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسے سب کے بدلتے رویے یاد آئے۔ وہ جب سے اسلام آباد آئی تھی سب نے اسے غیر کر لیا تھا۔ سب کو سب معلوم تھا سب۔۔۔۔ اس نے زور سے مٹھیاں بھینچ لی۔ وہ ضبط کر سکتی تھی لیکن وہ ضبط کرنا نہیں چاہ رہی تھی وہ اٹھی اور اندھیرے میں بیڈ پر ہاتھ مار کر اپنا موبائل ڈھونڈا۔ اس کے انداز میں مشین سی تیزی تھی اس کے ہاتھ ہزیانی انداز میں

کسی کا نمبر ڈائل کرنے لگے۔بیل جا رہی تھی اور چند لمحوں بعد کال اٹھالی گئی سامنے خاموشی رہی۔

تم سب جانتی تھی نا؟؟وہ دانت بھینچے چبا چبا کر کہہ رہی تھی

تم سب جانتی تھی؟تم نے مجھ سے چھپایا۔تم نے بھی مجھ سے غداری کی۔گلریز سے بے وفائی۔۔۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی لیکن انداز میں غصہ۔چاند کی مدھم روشنی میں اس کا چہرہ لال ہوتا نظر آرہا تھا

مجھے۔۔مجھے خاموش کروایا گیا۔۔میں۔۔۔مجھے معاف کردو۔۔۔گل میں۔نمی کے الفاظ ٹوٹے ہوئے تھے،وہ شاید روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔لیکن گل کو اس کے آنسوؤں کا ذرہ بھی اثر نہ ہوا۔۔"گل سے غداری کرنے کے بعد وہ اس کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرجائے گل تب بھی اس پر رحم نہ کھائے۔۔یہی اصول تھا اور یہی رہے گا۔وہ نرم نہیں پڑی

بکواز بند کرواپنی۔گل چلائی تھی۔تم اس نرم گو،محبت،اور مان کو کھو چکی۔گلریز پر تمھارے آنسوؤں کا کوئی اثر نہیں ہو گا نائمہ حفیظ۔

میری بات سنو گل۔۔۔مجھے لگا تمہیں برہ لگے گا اس لیئے میں نے تمہیں نہیں بتایا۔وہ روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان کہہ رہی تھی

اب تو جیسے بہت اچھا لگ رہا ہے. ہے نا؟؟ میرہ بات سنو نائمہ حفیظ۔نہ تم میری بھن ہو نہ ہی کچھ اور۔اب سے تمھارہ میرہ تعلق ختم ہے۔ سمجھی تم۔اس کے لہجے میں ڈھیروڈھیر ملامتیں تھی،وہ غصے میں تھی اور غصے میں انسان بیوقوفی کرتا ہے۔ گلریز بھی وہی کر رہی تھی۔وہ آج اپنی بھن کو کھو رہی تھی۔اور یہ پچھتاوہ اسے زندگی بھر رہنے والا تھا

نائمہ چند پل خاموش رہی۔اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔تم مجھے چھوڑ رہی ہو؟؟وہ بہت دیر بعد بولی۔

میں تمہیں اور تمھارے خاندان کو چھوڑ چکی ہوں نائمہ حفیظ۔اس نے نام پر زور دیا۔

تم خوش رہ لوگی؟؟اس کے لیجے نے گل کو ٹھہرہ دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں خوش ہوں۔ وہ سنبھل کر بولی۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ اس لمحے کھڑکی سے فیض اور میسم کو دیکھا وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ وہ خوش تھے اس کے بنا اسے ان کی شدید ضرورت تھی لیکن ابھی وہ اس کے پاس نہیں تھے۔

میں خوش ہوں اپنے ماں باپ کے ساتھ۔ اسے اپنی ماں یاد آئی جس کا ابھی تک اس نے چہرہ تک نہیں دیکھا تھا۔

میں خوش ہوں آپنے گھر میں۔ مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہتک آمیز لہجے میں کہہ کر وہ فون رکھنے لگی تھی کہ ایک آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

Clubb of Quality Content

گل باجی.... وہ فری تھی۔ آہ فریحہ جسے گل نے اولاد کی طرح پالا تھا۔ وہ اسے عزیز تھی بے حد عزیز۔ اسے نظر انداز کرنا مشکل تھا لیکن آج گل کو یہ کام بھی کرنا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ کال کٹ گئی رابطہ منقطع ہو گیا۔ اس شہر کے باسیوں سے اب اس گھر کے مکینوں کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ وہ بات کرنا چاہتی تھی فری سے۔ لیکن ابھی چند لمحوں پہلے ہی وہ اس خاندان سے تعلق توڑ چکی تھی تو کیا بات کرتی.. اس نے نمی کا نمبر بنا بلوک کیئے ہی

ڈلیٹ کر دیا۔ پھر ابا اور اماں کا نمبر ڈلیٹ کیا۔ فیروز کو وہ پہلے ہی بلوک کر چکی تھی بس ایمان بچی تھی اس نے وہ نمبر بھی بلاک کیا۔ آخر میں ایک نمبر آیا "ساحل"۔ وہ آئے گا وہ جانتی تھی۔ اس شخص کے سامنے ساری دنیا ردی تھی۔ اس سے کئی تعلق تھے سوائے خون کے۔ وہ کہتا دن تو دن، وہ کہتا رات تو رات۔ اس کی بات جھٹلانا گل کے لیے نا ممکن تھا۔ اور اس سے تعلق توڑنا..؟؟ وہ تو گل سوچ بھی نہ سکی۔

"میں حقیقت قبول کر چکی بھائی....." اس نے پیغام بھیجا۔ اور وہ پیغام سمندر پار کئی موبائل پر جگمگایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نیلی آنکھوں نے اس پیغام کو پڑھا اور ان میں افسردگی آئی ..my brave girl پیغام بھیجا گیا۔ جس نے میلوں دور کا سفر طے کیا۔ اسکرین روشن ہوئی اور وہ پیغام پڑھ کر مسکرائی۔

فہرست میں ایک اور پیغام بھی تھا۔ جسے پڑھنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی۔ وہ کوئی بکواز شاعری ہو گی۔ اسے معلوم تھا۔ وہ فون رکھتی بیڈ پر چت لیٹ گئی۔ تنہائی تو تھی اور یہ اس

نے خود چنی تھی۔ ورنہ اس کے پکار کی دیر تھی اور گھر کے مکین دوڑتے ہوئے آتے۔ لیکن انا تھی کہ کیا؟ زبان تالو سے چپک چکی تھی۔ آواز نکلی ہی نہیں۔

★★★____

چند روز قبل

لندن

(یہ اس رات کا ذکر ہے جب میسم میر کو لندن میں گلریز کی خبر ملی تھی)

گلریز کی خبر ملنے کے بعد اس کی نیند جیسے گم ہو چکی تھی۔ وہ بیڈ پر کروٹیں بدلتا رہا لیکن نیند نہ آئی۔ رف سی ٹی شرٹ ٹراؤزر میں ملبوس وہ باہر نکلا اور چھت پر جانے لگا۔

چھت کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے آخری زینہ پار کر کے چھت پر قدم رکھا تو ایک پل کیلئے ٹھٹھک کر رکا۔ سامنے کوئی لڑکا کھڑہ تھا دوسری طرف منہ کیئے۔ وہ قدم بڑھا کر آتا اس کے ساتھ آء کھڑہ ہوا۔ اس کی تقلید میں ہاتھ دیوار پر رکھے۔ وہ کوئی اٹھارہ انیس سالہ لڑکا تھا۔ اور لندن کی روشنیوں کو دیکھنے میں مگن تھا۔

کیا دیکھ رہے ہو تم؟ میسم نے بات کی پہل کی

یہ کہ اگر میں تمہیں یہاں سے دھکا دے دوں، تو تمھاری کتنی ہڈیاں ٹوٹیں گیں؟ بھاری آواز میں تڑاک سے جواب آیا تھا

ہوں۔۔ میسم نے نیچے جھانکا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ٹانگ ایک ہاتھ اور سینے کی ایک دو ہڈی بس۔ میسم نے قیاس لگایا

اگر تمھارہ سر اس سیخ سے جا لگے تو۔۔؟ لڑکے نے گلی کے سامنے والے دروازے کے ساتھ سیدھی کھڑی لوہے کی سیخ کی جانب اشارہ کیا۔ آہ وہ کتنا بے باک تھا

میسم نے ایک نظر اس سیخ کو دیکھا اور پھر ایک جھرجھری سی لی۔ "تم کتنے ظالم ہو"

"اور تم کتنے معصوم۔" طنز کیا گیا

میری موت اس سے بھی زیادہ بری ہو گی۔ اندازہ لگایا گیا

اور میرے ہاتھوں ہو گی۔ واعدہ دیا گیا

تم بچے ہو۔ میری گردن تک ابھی تمھارے ہاتھ نہیں پہنچ سکتے۔

میرے ہاتھ نہیں میرے زخمی پاؤں پہنچ سکتے ہیں۔ایک پل کیلئے اسے اپنا پاؤں جلتا محسوس ہوا،درد شدید درد

جو پاؤں میری گردن تک پہنچے،میں وہ پہلے ہی کاٹ دیتا ہوں۔چبا چبا کر کہا گیا

لتھرے ہوئے پاؤں کو اور کتنی بار نوچو گے۔وہ طنزیہ مسکرایہ

جتنی بار موقعہ ملا۔وہ خوش دلی سے کہتا اس کی طرف رخ کر کے کھڑہ ہوا اور ہاتھ آگے بڑھایا۔ "میسم احمد میر.."اس نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔آنکھوں میں اشتیاق سا تھا۔وہ ہمیشہ ایسے ہی ملتے تھے جیسے پہلی بار ملے ہوں

سامنے والا بھی گہرہ مسکرایا۔"جیسے کہ میں مان لوں گا۔"وہ بنا مڑے بولا

میسم نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔حقیقت کھوج سکتے ہو تو کھوج لو بچے۔وہ متانت سے بول کر واپس باہر دیکھنے لگا۔گلی میں کھڑی سیخ اسے واقعی اپنی گردن میں گھستی محسوس ہوئی۔وہ جتنا معصوم لگتا تھا اتنا تھا نہیں۔اور میسم یہ جانتا تھا۔

گلی میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آنے لگیں۔ میسم نے جیسے کچھ یاد آنے پر گردن اس لڑکے کی طرف گھمائی۔ ویسے کتوں کے بھونکنے سے یاد آیا، تمھارہ باپ کیوں آج کل اتنا خاموش ہے اوشن ocean

اوشن نے مٹھیاں بھینچ ڈھیروں ضبط کیا۔ وہ ایکدم مڑہ آس پاس سے آتی زرد جگمگاتی لائیٹس میں اس کی نیلی آنکھیں آگ سا تاثر دیتی تھیں، یا پھر شاید وہ اس کے اندر کا عکس تھا۔ "تم ہو نہ۔۔۔ ان کی کمی پوری کرنے کیلیئے۔" اسے اپنے باپ سے کچھ خاص لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن کوئی ان کی بے ادبی کرے یہ بہت تھوڑہ سا چبتا تھا، زیادہ نہیں۔

ویسے جیمس کہاں ہے؟ میسم ادھر ادھر دیکھنے لگا، وہ اپنے غصے پر ضبط بٹھانا چاہ رہا تھا لیکن سامنے والا اسے مشکل بنا رہا تھا

تمھارہ انتظار کرتے ہوئے سو گیا۔ اس نے ایک پل کو بھی میسم سے نظر نہ ہٹائی تھی

میسم ابھی کچھ اور کہتا کہ اس نے ہاتھ کھڑہ کر کے اسے چپ کرایا۔ مجھے سوچنے دو کہ تم یہاں پر کیوں ہو۔ وہ بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولا

تمہیں کچھ ملا ہے.... کچھ ایسا جس کے حصول کی خوشی نے تمھاری نیندیں اڑادی ہیں۔ وہ آنکھیں سکوڑے ایسے اعتماد سے کہہ رہا تھا کہ جیسے اس کا اندازہ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اور غلط تھا بھی نہیں

میسم نے گردن ہلائی۔ "ماننا پڑے گا، تم تو واقعی میرے soulmate ہو" مجھے اتنی اچھی طریقے سے جانتے ہو۔

لعنت ہو ایسے ساؤل میٹ پہ۔ اس نے رخ موڑ لیا

ہم دوست بن سکتے ہیں۔ میسم نے اپنا مدعا سامنے رکھا۔ جب ہماری دشمنی اتنی اچھی ہے تو دوستی کیا ہی ہو گی۔ وہ اس لڑکے سے خاصا متاثر لگتا تھا

ہمارے بیچ نہ دوستی ہو سکتی ہے، اور نہ ہی دشمنی ہے۔ ہم دونوں کے آپس میں چند حساب ہیں۔ جب وہ پورے ہو جائیں گیں۔ تو یہ پیچھے کچھ نہیں بچے گا۔ وہ مڑہ نیلی آنکھوں میں ڈھیر سارہ اشتعال بھرے اس نے سکون سے میسم کو تکا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور میرے حساب لینے کے بعد تو تم بھی نہیں بچو گے۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر سکون سے بولتا تھا، اس کی آواز بہت بھاری تھی۔ اور چہرے پر صرف ایک ہی تاثر رہتا سنجیدگی۔ ہاں بس آنکھیں تھیں جو غصے سے لبریز تھی، یا پھر یہ بھی ان آنکھوں کا ہمیشہ رہنے والا تاثر تھا

"دیکھ لیں گیں... بچے۔" وہ اس کے کان کے قریب کہہ رہا تھا۔ وہ میسم کے قد جتنا تھا سو اسے جھکنا نہیں پڑہ۔ تمھارے باپ کو میرہ ایک پیغام دینا۔ کہ بچ کر رہے اس کے کچے چٹھے اب کھلنے والے ہیں۔ وہ کہہ کر پیچھے ہٹا اور ایک سکون بھری مسکراہٹ سے اسے تپاتا واپس چلا گیا

اور دیوار کے پاس کھڑے اس لڑکے پر جیسے انگاروں کے تھال الٹ دیئے گئے ہوں۔ کیا مطلب ابھی اور بھی راز ہیں، اور بھی کارنامے، اور بھی گناھ۔ اوہ خدایا۔ بے بسی سی بے بسی تھی اس کی زندگی میں۔

★★★

موجودہ دن

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شہر مانسہرہ

پہاڑوں اور ندیوں میں گھرہ وہ شہر اپنی آب و تاب سے آج بھی ویسا ہی تھا۔ کسی کے آنے یا چلے جانے سے اس شہر کی رونق پر کوئی اثر نہیں پڑہ تھا۔ دن کی کڑکتی دھوپ سردیوں کی ٹھنڈک میں جسم کو راحت دے رہی تھی۔ ایسے میں اس شہر کی تنگ گلیوں سے گزرتے ایک چھوٹے سے گھر میں آؤ تو وہاں آج پورہ خاندان جمع تھا۔

دیکھو کلثوم اب یہ تو ہونا تھا اب کسی اور کی بیٹی لاؤ گے تو ایسا ہی ہو گا۔ لاؤنج میں بیٹھی صبیحہ روتی ہوئی کلثوم کو تسلیاں کم اور طعنے زیادہ دے رہی تھیں۔ میں تو کہتی رہی کہ بچی واپس لوٹا دو پرایا خون ہے جوش مارے گا۔ لیکن نہیں تم لوگوں کو اپنی مری ہوئی بیٹی کا صدمہ بھولے نہیں دیتا تھا۔ تم لوگوں کو اس میں اپنی مری بیٹی دیکھتی تھی۔ اور اس کے ماں باپ کو تو جیتے جی مار ڈالا تھا تم لوگوں نے، یہ انہی کی بد دعاؤں کا صلہ ہے۔ اب بس صبر۔۔۔۔ ان کی زبان کلثوم کے چلانے پر رکی تھی

تو مجھے کیا پتا تھا کہ اس کے ماں باپ زندہ ہیں۔۔۔۔وہ حلق کے بل دھاڑی تھی۔ تبھی دروازے سے اختر اور حفیظ اندر داخل ہوئے کلثوم نے حفیظ کی جانب انگلی اٹھائی۔اس آدمی نے اس مکار آدمی نے مجھ سے کہا کہ ہسپتال میں اس کے ماں باپ ایکسیڈنٹ سے مر گئے تھے اس کا کوئی نہیں اس لیئے وہ اسے گھر لے آئے۔یہ جھوٹا،کم ظرف،مکار،چالباز انسان،یہ تمھارہ بھائی۔سالوں کا پھنسا خلفشار آج نکل رہا تھا،ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گالیوں سے حفیظ اور صبیحہ کو نہلا دیں

حفیظ سر جھکائے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے رہے آج وہ چلا نہیں رہے تھے۔شاید وہ غم میں تھے یا پھر شاید انہیں صرف گلریز کو دیکھ کر ہی غصہ آتا تھا۔

اگر مجھے ذرہ بھی اندازہ ہوتا کہ اس کے ماں باپ بھن بھائی میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے تو میں کبھی اسے یہاں نہ رکھتی،نہ پالتی۔لیکن یہ سب کچھ ہوا اس مکار اور دوکھے باز آدمی کی وجہ سے۔

صبیحہ حق دک سی انہیں دیکھتی رہ گئی اس کے منہ میں زبان کب آئی،وہ سوچتی رہی۔

نائمہ ایمان اور فیروزان کے چلانے پر دوڑ کر نیچے آئے۔ نائمہ کا چہرہ رویا رویا تھا اور فیروز یقیناً اسے دلاسے دینے گیا تھا۔ ہونہہ منافق نہ ہو تو

وہ میری بیٹی نہیں تھی، میری بیٹی مر چکی تھی۔ میں نے کبھی اس میں اپنی بیٹی تلاش نہیں کی۔ لیکن پھر بھی وہ مجھے عزیز تھی، بیٹیوں جیسی عزیز۔ وہ روتے ہوئے زمین پر بیٹھتی چلی گئی نائمہ اور ایمان نے انہیں سنبھالا۔ میں نے اس کے ساتھ بہت زیادتیاں کی۔ حفیظ اس پر ہاتھ اٹھاتا اور میں اسے خاموش رہنے کا کہتی۔۔ میں نے بہت غلط کیا بہت غلط۔۔۔

اب اس خاندان کے پاس پچھتاؤں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا

کچھ دیر بعد سب نے لاؤنج میں اپنی اپنی جگہ سنبھالی۔ کلثوم اب پہلے سے بہتر تھی لیکن ہنوز خاموش۔ نائمہ ہاتھ میں گلاس کو سختی سے پکڑ کر بیٹھی تھی اس کی انگلیوں میں لرزش تھی۔ کانوں میں گل کے الفاظ گونج رہے تھے۔ "تمھارے خاندان سے اب میرہ کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔۔ تمھارے۔۔۔ تمھارے خاندان۔۔ خاندان۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہمیں منگنی کے بجائے سیدھا نکاح کر دینا چاہیئے تھا۔اختر بول رہے تھے۔ نکاح ہوتا تو نہ یہ کمبخت اسے توڑ سکتا نہ ہی وہ لوگ۔ اشارہ فیروز کی طرف تھا۔

فیروز کی ساری حس بیدار ہوئی،اور ایک پل میں اس نے ماضی کا سفر طے کیا۔اس کے ذہن اڑتا ہوا اس دن میں جاؤ پہنچا جب حسن کے لوگ اسے زخمی کر کے کسی سرکاری ہسپتال میں پھینک کر گئے تھے۔اور اسے ہوش آنے پر ہی شام کو گھر روانہ کر دیا گیا تھا۔اس نے اپنے کرائے کے فلیٹ پر آتے ہی پہلے بھوکھوں کی طرح کھانا کھایا اور پھر اس نے موبائل اون کیا۔ پہلی کال ساحل کی آئی تھی۔اس نے کال اٹھا کر فون کان سے لگایا ابھی وہ کچھ کہتا کہ سامنے سے ساحل کی گالیاں سننے کو ملی۔

"تم گھٹیا انسان تمھاری اوقات ہے اتنی کہ میری بھن کے ساتھ کھڑے ہو سکو۔اور تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ گے۔" وہ سخت غصے میں تھا۔

چھوٹے ہو چھوٹے بن کر رہو اور تم میرے سگے بھائی ہو میرہ خون ہو نا کہ اس کا۔فیروز کو اب غیرت کے دورے پڑنے لگے تھے

بکواز بند کرو اپنی۔ سامنے سے وہ دھاڑہ تھا۔ جھنم میں گیا تم جیسا سگا بھائی،اور لعنت ہو اس خون پر۔ تمھارے بھائی کہلانے سے بہتر ہے میں کسی کوٹھے پر بیٹھ کر ایک عورت کہلواؤں۔ وہ لندن جا کر واقعی بد تمیز ہوا تھا فیروز کو احساس ہوا۔

اور دوبارہ اگر تم نے میری بھن سے کوئی رابطہ کیا یا اسے تنگ کرنے کی کوشش کی تو خدا کی قسم فیروز میں تمہیں وہ ناچ نچاؤں گا کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔ اس نے چبا چبا کر کہہ کے کال کاٹ دی۔ فیروز یک دک اس موبائل کو تکے گیا۔ کہ تبھی ابا کالینگ کے الفاظ جگمگائے۔ آج اس کا بے عزتی ڈے تھا۔ اس نے اعتراف کرتے ہوئے یہ کال بھی وصول کی

Clubb of Quality Content

لعنت ہو تم جیسی گھٹیا اولاد پر۔ تم سے ایک لڑکی تک سنبھالی نہ گئی مرد کہلانے کے لائق نہیں ہو تم۔ وہ چلا نہیں رہے تھے لیکن ان کا لہجہ فیروز کے دل کو چبا تھا۔ وہ اپنے باپ کی لاڈلی اولاد تھا۔ اسے کبھی ڈانٹا بھی نہیں گیا تھا اور آج اسے گالیاں مل رہی تھی یہ دکھ بہت گہرہ تھا

ابا میری بات سمجھے۔اس نے میرے ساتھ بد تمیزی کی مجھے تھپڑ مارے۔

بکواز بند کرواپنی۔وہی مدھم لہجہ۔میں اسے بھی جانتا ہوں اور تمہیں بھی۔تم جیسی ذلیل اولاد پیدہ کرنے پر مجھے جتنی جوتیاں پڑیں اتنی کم ہیں۔انہوں نے بھی کہہ کر کال کاٹ دی

فیروز کو کل رات ایمان کو میسج کر کے منگنی توڑنے کا بتانے پر ڈھیروں پچھتاوہ ہوا تھا۔وہ چاہے جتنا بھی گل کو قصوروار ٹہرائے لیکن غلطی اس کی تھی یہ سب جانتے تھے۔

حال میں واپس آؤ تو اختر اب تک بول رہے تھے۔

لیکن اب یہ بات سب سمجھ لو کہ گل سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔نہ میسج نہ کال کچھ بھی نہیں۔اختر نرمی سے سب کو سمجھا رہے تھے۔

اس کی ضرورت نہیں ہے چچا۔نائمہ بے حد ضبط کے ساتھ جتنا دھیما بول سکتی تھی وہ بول رہی تھی، گردن جھکی ہوئی تھی۔میری بھن میں اتنی خودداری ہے کہ اس نے پہلے ہی ہم سب سے تعلق ختم کر دیئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیا اس نے تم سے بات کی۔ وہ کیسی تھی۔ سوال پوچھنے والی ایمان تھی۔ نائمہ نے اسے نظر انداز کیا

وہ بہت خوش ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے خاندان میں۔ آپ لوگوں نے اس کے ساتھ جو کیا اس کا حساب ہمارہ بھائی آ کر آپ سے لے گا۔ سچ کیا ہے یہ وہی پتا لگائے گا۔ کیونکہ کسی اور سے اتنی غیرت کی امید نہیں ہے مجھے۔ اس نے ایک کاٹدار نظر فیروز پر ڈالی وہ نظریں چرا گیا

تو اب آپ لوگوں سے میری گزارش ہے کہ پلیز میری بھن کو جج کرنا اس کی باتیں کرنا چھوڑ دیں۔ اب اس گھر میں سے وہ خود کسی سے تعلق نہیں رکھے گی۔ بس آپ لوگ اس کی زندگی تک نہ پہنچیئے گا پلیز۔ آخر میں وہ منت کے انداز میں بولی

وہ کہہ کر اب من من قدم بھرتی جانے لگی تھی۔ ایک قدم پھر دوسرہ پھر تیسرہ اور سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ بری طرح چکر کھا کر گری۔ ایمان نے دوڑ کر اسے سنبھالا سب لوگ اس طرف آئے۔ کوئی اس کے گال تھپتھپا رہا تھا، کوئی نام لے رہا تھا۔ کوئی اس

کے ہاتھوں پیروں پر مالش کر رہا تھا۔ اس کی رنگت زرد سے زرد پڑتی گئی، جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ اتنے دن کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اس کے سارے جسم میں کمزوری تھی۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں کے درمیان جو چہرہ دیکھنے کی خواہش تھی وہ نہیں تھا گلریز نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگی، آوازیں معدوم ہوتی گئی۔

چہرے دھندلے پڑتے گئے۔ اور پھر تاریکی چھا گئی۔ قبر کی جیسے تاریکی۔ اب سناٹہ تھا موت کے جیسا سناٹا

★★★

دن ڈھلا اور شہرِ السلام آباد پر رات اتری۔ سارہ دن عجیب بے کلی میں گزرہ تھا۔ آفیس والوں کا دل آفیس میں نہیں لگا۔ یونیورسٹی والے گئے ہی نہیں۔ گھر پر کھانا جیسا بنا تھا ابھی تک ویسا پڑہ تھا۔ مجال ہے جو کسی نے کھانے کو چھوہ بھی ہو۔ اس گھر کے مرد اپنے اپنے کاموں سے بے زار گھر پر لوٹے، لیکن گھر میں بھی کہاں سکون تھا۔ صبح جیسے وہ اس دروازے کو بند چھوڑ گئے تھے وہ ابھی تک ویسے ہی بند تھا۔ دل اپنے آپ پر چیز سے اچاٹ ہونے لگا۔ باہر

ٹھنڈک تھی لیکن اس گھر میں عجیب حبس زدہ سا ماحول تھا۔بڑے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ نیند تو آنی نہیں تھی لیکن رات تو کاٹنی تھی۔

کمرے کے اندر وہ اب بھی اسے الجھی بکھری حالت میں تھی۔ کمرے کا سناٹا کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ تنہائی اب اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔ لیکن مجال ہے جو کسی کو پکارہ ہو یا کمرے سے باہر نکلی ہو۔ وہ حقیقت قبول کر چکی تھی جو تھا اب یہی تھا۔ لیکن اسے لگ رہا تھا کہ وہ کبھی ان لوگوں کے ساتھ گھل مل نہیں سکے گی۔ کبھی وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ نہیں سکے گی۔ وہ اس سب میں ہمیشہ مس فٹ رہے گی ہمیشہ۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی پہلی دستک پھر دوسری، تیسری، چوتھی، لیکن اس کو جیسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔ پر وہ اسی انداز میں بیڈ پر چت لیٹی ہوئی تھی دستک بند ہوئی اور آوازیں آنے لگی

یار گل کھول دو دروازہ میں کچھ نہیں بولوں گا پلیز۔ فیض کی منت زدہ آواز آنے لگی

گل بچے دروازہ کھولو کب تک ایسے اندر بیٹھو گی۔ میسم دستک کے ساتھ کہنے لگا

او کے نہیں کھول رہی دروازہ تو پھر انسپیکٹر دیا کو چاہیئے کہ دروازہ توڑ دے۔ حسن کی رعب دار آواز اس کے کانوں میں پڑی

اور اب باہر کا منظر دیکھو تو وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ اب ان تینوں میں سے انسپیکٹر دیا کون بنے گا۔ میسم ادھر ادھر نظریں گھمائے ہاتھ باندھے پیچھے کو ہونے لگا جیسے کہ اشارہ تھا کہ بھائی مجھے میسم ہی رہنے دو دیا نہیں بننا

حسن نے فیض کو دیکھا تو فیض منمنانے لگا نہیں میں نہیں بالکل بھی نہیں۔ آپ بڑے ہیں آپ دروازہ توڑیں وہ ہاتھ اٹھاتا سلینڈر کر گیا

حسن نے تاسف سے نفی میں گردن ہلائی۔ بازو فولڈ کیئے پھر چند قدم پیچھے کو لیئے ابھی وہ آگے بڑھتا کہ بشر کی آواز پر رکا۔

اڑے جذباتی انسان رک جا رک جا،، بندہ کبھی کبھی دماغ کا بھی استعمال کر لیتا ہے، ابھی ابھی بھن کو ہاسپیٹل سے لے کر آئے ہیں اور کچھ گھنٹوں بعد پتا چلا کہ بھائی بھی ہسپتال میں جمع ہوا پڑا ہے۔ وہ منہ بگاڑتا چابیاں ہاتھ میں گھماتا ان تینوں کے منہ پر باری باری لعنتوں والی نظریں ڈال کر دروازے کی طرف بڑھا

رک جائیں بھنوئی صاحب آپ بھی اتنے جذباتی نہ بنیں۔ حسن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی پھر ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹایا اور اس کے ہاتھ سے چابی لی۔ اگر آپ نے عقل کا استعمال کر ہی لیا تو آپ کا بہت شکریہ اب آپ جا سکتے ہیں

بشر کو لگا اس نے غلط سنا ہے۔ کیا بکواز کر رہے ہو جب تم سب جا سکتے ہو تو میں کیوں نہیں کیونکہ آپ ہمارے بہنوئی ہیں۔ میسم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے صحیح میں تپا گیا

بشر نے دانت پر دانت جمع کر ضبط کیا کاش میری تین بہنیں ہوتیں میں ان تینوں کی منگنی تم تینوں سے کرواتا اور پھر تم لوگوں کو ان کی شکلیں بھی نہ دیکھاتا_ وہ انگلی اٹھا کر افسوس سے کہتا وہاں سے جانے لگا

ڈرامہ باز_ میسم نے منہ چڑھایا

حسن بنا وقت ضایع کیے آگے بڑھا اور لوک کھولنے ہی لگا تھا کہ اندر سے دروازہ کھلا اور وہ سامنے آئی۔ سوجی ہوئی آنکھیں، اداس چہرہ، بکھرے بال وہ ایسی تو نہیں تھی۔

شکر ہے مادام آپ نے دروازہ تو کھولا ورنہ ہم ابھی اسے توڑنے لگے تھے_ میسم نے پہل کی

Clubb of Quality Content

کیا کام ہے ؟وہ بنا وقت ضایع کیئے سیدھا مدعے پر آنا چاہتی تھی

بات کرنی ہے_ حسن بولا

مجھے نہیں کرنی_ ٹکا سا جواب

ایسے کب تک کمرے میں بند رہو گی یار،، فیض بے بسی سے بولا حقیقت یہی ہے جو کھل چکی ہے اب تمھارا یوں الگ تھلگ رہنا کچھ نہیں بدل سکتا حقیقت کو قبول کرنا ہو گا

گل کے حلق میں آنسوں کا ایک گولا اٹکا تھا

وہ بنا کچھ کہے دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر کی طرف چلی گئی ان تینوں نے باری باری ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کمرے میں چلے گئے۔ میسم نے لائیٹس اون کی تو کمرے کی بکھری ہوئی حالت واضع ہوئی ہر چیز بے ترتیب تھی

وہ بیڈ کے کونے پر بیٹھی ہاتھوں کو مسلنے لگی میسم اور حسن سامنے پڑے صوفوں پر بیٹھے اور فیض اس کے ساتھ بیٹھا اسے فکر مندی سے دیکھنے لگا

گل کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہو چکی تھی اسے ان لوگوں سے خوف نہیں تھا وہ بس مس فٹ تھی۔

بہت دیر وہ سب خاموش رہے

حسن اپنی مٹھی کو بند کرتا اور کھولتا اسی پر نگاہیں ٹکائے تھا

تمہیں کتنا ٹائیم چاہیئے ہیل ہونے کیلئے۔ فیض نے خاموشی کو توڑا

گل خاموش رہی

کچھ تو بولو یار_اس کی بھوری آنکھوں میں سرخ ڈوریاں بن رہی تھی شاید وہ ساری رات سویا نہیں تھا۔یا پھر روتا رہا تھا۔ تم کچھ بولو تو صحیح اگر سوال ہیں تو پوچھو ہم سے، شکایتیں ہیں تو کہو لیکن یوں خاموش نہ رہو پلیز_اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنا سر پیٹ پیٹ کر روئے،اور اس کے سامنے ہاتھ باندھ لے

حسن ہنوز اپنی بند اور کھلتی مٹھی میں مصروف تھا

مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ گل کی آواز اس کی اپنی نہیں لگتی تھی۔ نہ ہی کوئی سوال ہے

اس کا مطلب تم ابھی تک ہمیں اپنا نہیں سمجھتی_ حسن عجیب انداز میں بولا تھا

گل خاموش رہی

Clubb of Quality Content

حسن اٹھ کھڑا ہوا_ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں تم ہمیں اپنا نہیں سمجھتی۔ تم ہمارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی مت رہو، پھر اٹھو اور مجھے بتاؤ کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے ساتھ تم رہنا چاہتی ہو.... کیا ان لوگوں کے ساتھ جو بیس سالوں تک تمھیں ہم سے چھپاتے رہے اور تم سے سچ

حسن رکا اور گل کو دیکھا جو گردن اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی آنکھوں میں نا سمجھی تھی میسم اور فیض بھی اسے حیرانی سے دیکھنے لگے حسن نے رخ موڑا اور تھوک نگلا یہ کہنا مشکل تھا لیکن یہ آخری طریقہ تھا اس کے پاس_ پھر ٹھیک ہے اٹھو میں چھوڑ کر آتا ہوں تمھیں وہاں پر،، جہاں تم رہتی تھی، جہاں کے لوگوں کو تم اپنا سمجھتی ہو، ہم بیس سال تمھارے بنا رہے ہیں اگلے بیس سال بھی رہ لیں گیں_ اٹھو چلو۔ اس نے پھر توقف کیا اور گل کو دیکھا جو اپنی بڑی بڑی آنکھیں اور بڑی کیئے اسے دیکھ رہی تھی

گل نے ایکدم سے گردن جھکائی اور اگلے ہی پل وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

حسن گہری سانس بھرتا گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹانے چاہے لیکن ناکام

فیض اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا

میسم ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کیلئے پانی لانے کو گیا

مجھے۔۔۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔۔ واپس مجھے۔۔۔۔ ان لوگوں کے پاس۔۔۔۔ نہیں جانا۔ وہ الفاظ توڑ توڑ کر ادا کر رہی تھی

وہ۔۔ وہ لوگ میرے۔۔۔ اپنے نہیں تھے۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ میں کیوں سمجھ۔۔۔۔۔ نہیں پائی۔ ان لوگوں کے جھوٹ نے گل کا دل بری طرح توڑہ تھا۔ وہ اب مر کر بھی ان لوگوں کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔ یا پھر شاید یہ بس وقتی غصہ تھا

میسم پانی لا کر وہی اس کے قریب فرش پر بیٹھ گیا

تم بھائی کی باتوں پر کیوں رو رہی ہو تمہیں لگتا ہے کیا ہم تمھیں واپس جانے دیں گیں؟ کبھی نہیں۔ میسم زور زور سے نفی میں گردن ہلانے لگا

ہاں بھائی کو چھوڑ دو تم۔ یہ تو ایسے ہی بولتے رہتے ہیں.. ہم اپنی بھن کو کہیں نہیں جانے دیں گیں۔ فیض کا دل کیا وہ بھی گلریز کے ساتھ رو دے

میں کہیں نہیں جاؤں گیں۔ گلریز ہچکیوں کے درمیان بولی

کہیں نہیں جاؤ گی تم اور اب مت روؤ یار۔ تم روتے ہوئے نہیں لڑتے ہوئے اچھی لگتی ہو۔ میسم فکر مندی سے کہہ رہا تھا

حسن نے آخر کار اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے

وہ جو ہچکیاں لے کر رو رہی تھی حسن کو اس پر بے اختیار پیار آیا وہ مسکرایا اس کے آنسوں دیکھ اس کی لال ناک دیکھ وہ مسکرانے لگا

آپ مسکرا کیوں رہے ہیں۔ گل بازو سے منہ رگڑتی پوچھنے لگی

تمہیں معلوم ہے روتے وقت تمھاری ناک لال ہو جاتی ہے۔ وہ ہنوز مسکرا ہی رہا تھا

گل نے منہ چڑھایا

میسم نے پانی کا گلاس آگے بڑھایا تو وہ بنا کچھ کہے سارہ پانی ایک سانس میں پی گئی

Clubb of Quality Content

صرف روتے ہوئے نہیں بھائی غصے میں بھی اس کی ناک لال ہوتی ہے_ میسم بھی اپنا حصہ ڈال گیا گل نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا

لال کیا بالکل پھول ہی جاتی ہے اس کی ناک غصے میں_ فیض نے بھی لقمہ دیا

آپ لوگ میری ناک ڈسکس کرنا بند کریں گیں ء میں رو رہی ہوں۔ وہ بچوں کے سے انداز میں بولی

وہ تینوں نم آنکھوں سے ہنس پڑے فیض نے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا اور بال تھپکنے لگا حسن نے باری باری اس کے ہاتھ چومے بالآخر..

وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی اور میسم کے بالوں کو ہاتھ پھیر کو خراب کیا

تو اب بن چکے تھے وہ ایک پرفیکٹ فیملی ایک خوبصورت خاندان اور ان کا گھر اب مکمل ہوا تھا۔ لیکن کیا واقعی؟؟

کچھ کھاؤ گی؟ فیض اٹھتے ہوئے بولا

نہیں مجھے چائے چاہیئے سر میں درد ہے_ (آہ یہ چائے کے نشائی ان کیلئے ہر درد کا علاج چائے ہوتی ہے)

او کے لاتا ہوں_ فیض جانے لگا

تم بناؤ گے؟؟ گل پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں

نہیں میں تمھیں اتنا سگھڑ لگتا ہوں کیا. بشر بھائی بناتے ہیں چائے وہ ہی بنائیں گیں

گل کے لب او میں سکڑے تو پھر بشر بھائی سے کہنا میرے چائے میں چینی کم ڈالیں

ان تینوں نے حیرت سے گل کو دیکھا گل کو لگا اس نے کچھ غلط کہہ دیا وہ کنفیوز ہوئی۔ کیا ہوا

میں نے ایسا کیا کہا

بشر کے منہ پر اس کو بھائی مت کہنا وہ ٹرک کے نیچے آ کر خود کشی کر لے گا۔ میسم اس کے

کان میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور فیض کے ساتھ جانے لگا

گل کا دماغ اس وقت کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا وہ نظر انداز کر گئی

حسن وہی بیٹھا رہا اس کے ساتھ۔ تم مجھ پر یقین کرتی ہو گل۔ وہ سنجیدگی سے گل کی طرف

دیکھ کر پوچھنے لگا

آپ نے مجھے پہلے سب کچھ کیوں نہیں بتایا ہم اتنے دنوں سے ساتھ تھے_ اور آخر کار وہ اس

سے شکایت کر رہی تھی

حسن مسکرایا۔ پہلے بتا دیتا تو تم مانتی کیا میری بات۔ بلکہ تم تو اب بھی ماننے کو تیار نہ تھی میں کیا کرتا بھلا

اب آپ کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گیں اور نہ ہی کچھ چھپائیں گیں_ مان سے شرط رکھی گئی

حسن نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا۔ اور کوئی حکم

اس کے اس انداز پر گل ہلکا سا ہنس دی

مجھے معاف کر دو گل_ حسن اداسی سے بولا اس کی شرمندگی تھی کہ ختم ہو کے نہیں دے رہی تھی۔ میری وجہ سے تم اتنے سال،،،وہ آگے کچھ کہہ ہی نہیں پایا حلق میں بہت کچھ اٹکا تھا گل نے گہری سانس بھری۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا بھائی۔ لیکن آپ میری فکر نہ کریں مجھے پرانے رشتوں سے دستبرداری دینا آتا ہے۔ اور نئے رشتے بنانا بھی۔ میں موؤن کر جاتی ہوں بھائی۔ وہ جتنی آسانی سے کہہ رہی تھی کاش یہ سب کچھ اتنا آسان ہوتا بھی۔

حسن نے گردن جھکا لی ندامت سے، دکھ سے۔

مجھے کسی کے جانے کا زیادہ دکھ نہیں ہوتا۔۔۔۔اور ویسے بھی جن سے خون کے رشتے ہوں،وہ کتنے ہی دور رہے خون میں دراڑ نہیں آتی_اب سب ٹھیک ہے بھائی۔اس کے اپنے دکھ ختم نہیں ہو رہے تھے لیکن وہ کسی طرح حسن کو اس کے گلٹ سے نکالنا چاہ رہی تھی۔شاید وہ تھی ہی نرم دل یا پھر یہ بھائی بھن کے بیچ کی بات تھی

حسن نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرا دیا۔"اب سب ٹھیک ہے...."وہ بھی اسی کے انداز میں بولا

گل نے ہتھیلی تلے ٹھوڑی جمائی اور دلچسپی سے اسے دیکھنے لگی۔فیروز کا سر آپ نے پھوڑا تھا نا؟

حسن نے چونک کر اسے دیکھا۔نہیں،،،،وہ،،،،میں،،،،میں نے کچھ نہیں کیا۔وہ منمنانے لگا اوکم آن بھائی_اب مجھ سے تو نہ چھپائیں۔فیروز نے منگنی توڑی تھی وہ بات صرف آپ اور میں جانتے تھے_ایک ہی دن بعد مجھے فری نے بتایا تھا کہ وہ اسلام آباد کی کسی سرکاری ہسپتال میں زخمی پڑا ہوا ملا تھا_میں تو اسی وقت سمجھ گئی تھی،لیکن بولی نہیں_گل نے کندھے اچکائے

لیکن میں نے تو انہیں کہا تھا کہ کسی سڑک پر پھینک آنا انہوں نے سرکاری ہسپتال۔۔۔۔۔ حسن بولتے بولتے چپ ہوا وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنے جرم کا اقرار کر بیٹھا

اس نے بے اختیار ماتھے کو چھوا

گل ہنس دیں۔ دیکھ لیں آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور پھر گھر میں سے بھی کسی نے مجھے اس منگنی کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا_ میں واقعی حیران تھی

تمہیں پتا ہے اس کا منہ دیکھنے جیسا تھا اس وقت۔ حسن مزے سے بول کر کھل کر ہنسا

گل بھی اس کے انداز پر ہنس دی_ اور پھر وہ دونوں ہستے ہی گئے بے وجہ، بے اختیار، دیوانوں کی طرح، ان کے قہقہوں کی آواز پر اس بنگلے کی ایک ایک دیوار مسکرائی تھی، ستونوں نے سکون کا سانس لیا بالآخر اس گھر کی خوشیاں واپس آچکی تھی

اب ان دونوں کو یہاں چھوڑ نیچے کچن کی طرف آؤ تو بشر منہ بسورے کرسی پر بیٹھا تھا میسم چائے بنا رہا تھا اور فیض موبائل میں نظریں گاڑے ہوئے تھا

میں تم لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ بشر نے روندھے ہوئے لہجے میں کہا اور باری باری ایک نظر ان دونوں پر ڈالی انہیں تو جیسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو

تم لوگ سن رہے ہو میری بات۔ وہ جھنجھلایا تھا

کیا یار کیوں سر کھا رہے ہو ہمارہ_ میسم بھی اس کی بک بک سے بے زار ہو چکا تھا

بشر نے صدمے سے اسے دیکھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ ابھی ان دونوں کا گلہ دبا دے لیکن وہ ضبط سے کھڑہ تھا۔ میں بھی چلتا ہوں نہ تم لوگوں کے ساتھ چپ چاپ بیٹھا رہوں گا بس ایک کپ چائے پیوں گا اور تم لوگوں کی باتیں سنوں گا بس

فیض فرج سے کیک نکالنے لگا۔ کیا بھائی کیا بھول گئے بڑے بزرگوں کی ساری باتیں جن کی نسبت طے ہو وہ پہلے سے نہیں ملتے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بشر کا دل کیا وہ فیض کا سر پھاڑ دے۔ بات سنو میری لڑکے اپنی حد میں رہو اور ویسے بھی اسی گھر میں رہتا ہوں میں کب تک چھپاؤ گے تم لوگ اسے مجھ سے۔ شرافت سے کہہ رہا ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ چل کر بیٹھ جاؤں گا تو نہیں نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے ہیں میرے سالوں کے۔ اس کے الفاظوں میں غصہ تھا لیکن لہجے میں مسکینیت آہ بے چارہ معصوم بشر

میرے خیال سے آپ کو گلریز کو "آپ" کہہ کر مخاطب کرنا چاہیئے۔ ریسپیکٹ تو کرنی چاہیئے منگیتر کی۔ فیض نے اپنے تعین ایک پتے کی بات کی

تم کہہ لینا اپنی منگیتر کو آپ۔ مجھ سے چھوٹی ہے وہ تو میں اسے تم ہی کہوں گا

فیض سر جھٹکتا رھ گیا۔ ان کے ماں باپ کا انتخاب غلط تھا اس نے پھر اعتراف کیا۔ اسے بس اپنی بھن کا انتخاب دیکھنا تھا اور پھر سر تسلیم خم تھا

میسم نے گھوم کر اسے دیکھا۔ ابھی میں بلاتا ہوں بڑے بابا کو پھر تم ان سے بات کر لینا ٹھیک ہے۔ وہ جانے لگا تھا

فیض کیک کے سلائیس کرتا دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا اب آئے گا مزہ

بشر فورا سے اٹھا اور میسم کو بازو سے پکڑا۔ ارے ارے میں تو مذاق کر رہا تھا تم تو سیریس ہی ہو جاتے ہو بھائی۔ اس نے ایک پل میں رنگ بدلا تھا

ہونم۔ میسم نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا اپنا بازو اس سے چھڑایا اور چائے نکالنے لگا۔ تو اب سر مت کھاؤ ہمارہ اور چپ چاپ اپنے کمرے میں جاؤ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بشر کا دل کیا وہ دھاڑے مار کر روئے۔ اللہ پوچھے گا تم لوگوں سے کاش میری تین بہنیں ہوتیں تم تینوں کی مگنیاں میں ان سے کرواتا اور پھر کبھی ان کی شکل بھی نہ دیکھاتا میں تم لوگوں کو_ آہ یہ خواہش بشر کو بچپن سے تھی

میسم اور فیض نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ چلو یار پوچھو حسن بھائی سے ورنہ یہ تو سر ہی کھا گیا ہے ہمارہ، ڈھیٹ نہ ہو تو۔ میسم بڑبڑاتا رہا

بشر کا چہرہ کھل اٹھا ہاں پوچھو حسن سے وہ دوست ہے میرہ کبھی منع نہیں کرے گا باقی تم لوگوں کو تو دیکھ لوں گا میں۔ اس نے دانت پیسے

اب تم چپ کرتے ہو یا نہیں۔ میسم سخت جھنجھلایا تھا

بشر نے فوراً سے سیدھے ہاتھ کی انگلی منہ پر رکھی اور ادھر ادھر دیکھنے لگا

ابھی دوسرہ منظر دیکھو تو گلریز حسن سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ بے اختیار ہنستا جا رہا تھا کہ تبھی اسے میسج ملا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی یہ بہنوئی صاحب سر کھا گئے ہیں ہمارہ کہ انہیں بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پینی ہیں کیا کروں میں اب ان کا۔"

حسن مسکرا کر ٹائپ کرنے لگا۔"ہاں ہاں لے کر آجاؤ اس بے چارے کو بھی کیوں اتنا تپاتے ہو اس مسکین کو بھلا"

دو منٹ کے توقف کے بعد پھر سے حسن کے موبائل کی ٹون بجی تھی۔"یہ کس انسان کو دے دی ہے آپ نے میری بھن اس کا تو بس نہیں چل رہا کہ ابھی دھاڑے مار کر روئے۔" حسن کھل کر مسکرایا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چلیں بھائی مل گئی ہے اجازت ہیڈ کوارٹر سے۔ فیض موبائل جیب میں رکھتا برہمی سے بولا، صاف ظاہر تھا وہ خوش نہیں

بشر کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی اس نے میسم سے چائے کی سیٹ کی ہوئی ٹرے لی اور مور کی چال چلتا آگے بڑھ گیا

پیچھے میسم بس ہیں ہیں ہی کرتا رہا

اور فیض اس کی پھرتیوں کو دیکھ واقعی حیران تھا اس نے پہلی بار بشر کا یہ بچکانہ روپ دیکھا تھا ورنہ ہمیشہ تو وہ ایک میچور اور ڈیسینڈ بندہ لگتا تھا۔ محبت واقعی عقل کھا جاتی ہے۔ میسم تاسف سے سر ہلاتا بڑبڑایا۔ چلو اب کہیں بہنوئی صاحب حد سے ہی نہ اکھڑ جائیں

میسم نے دوسری ٹرے اٹھائی جس میں کیک اور دوسری کھانے کی چیزیں تھیں

وہ دونوں منہ بناتے ہوئے کمرے کی جانب جانے لگے بشر بھی اب ان کے برابر ہی تھا

وہ تینوں نوک کر کے اندر آئے پہلے میسم اور فیض اندر آئے اور پھر بشر اندر آیا_اس نے نظریں اٹھا کر گلریز کو دیکھا رویا رویا

سا چہرہ سوجی آنکھیں لیکن وہ پھر بھی اسے دنیا کی حسین لڑکی لگی

گلریز نے ایک نظر دروازے سے آتے بشر کو دیکھا اور بشر میر کا دل ایک پل کو وہی تھم گیا اور اگلے ہی پل زور زور سے دھڑکنے لگا

بشر نے ٹرے میز پر رکھی اور سینہ مسلا۔ آہ یہ نافرمان دل

Clubb of Quality Content

وہ سب لوگ اب میز کے گرد رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے گلریز سنگل سیٹر پر بیٹھی اور بشر اس کے ٹھیک سامنے والے سنگل سیٹر پر بیٹھا تھا۔ میسم حسن بیچ میں رکھے تھری سیٹر پر بیٹھے اور فیض فرش پر بیٹھ گیا

سب نے چائے کے کپ اٹھائے اور بشر نے کپ اٹھانا چاہا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس کیلئے میسم نے چائے ہی نہیں بنائی تھی۔ بشر نے پتی نگاہ میسم پر ڈالی میسم معصومانہ انداز میں مسکرایا اور کندھے اچکائے

بشر کو صدمے پر صدمہ لگا تھا وہ چڑ کر کیک کا پیس اٹھا کر منہ میں ٹھوسنے لگا

اس نے میسم کو تمہیں تو دیکھ لوں گا والی نظروں سے دیکھا

تم ضمیر کو کب سے جانتی ہو۔ حسن کے اچانک سوال پر وہاں بیٹھے تینوں مردوں کے چہرے کے رنگ سفید پڑے تھے بشر کا نوالہ حلق میں اٹک کر رہ گیا تھا

کون ضمیر، گلریز ناسمجھی سے بولی

"ضمیر یونس خان.."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گل نے کچھ سوچنا چاہا لیکن اس کے دماغ میں ایسا کوئی نام نہیں آیا

وہی جو تمہیں میسجز کرتا ہے شاعروں والے_ میسم کے بولنے پر گلریز چونکی اسے لائبریری میں ملا وہ ڈھیٹ مرد یاد آیا

آپ کو کیسے پتا کہ کوئی مجھے میسجز کرتا ہے اور وہ ضمیر یونس خان ہے۔اس نے نام پر زور دیا

میسم کے حلق میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی حسن نے اسے تمھارہ بولنا ضروری تھا والی نظروں سے دیکھا

بشر ہنوز خاموش تھا اسے بس گل کے جواب کا انتظار تھا

گل نے حسن کو سوالیہ نظروں سے دیکھا

ہمیں سوہانی نے بتایا تھا۔ حسن نے کہہ کر معذرتی انداز میں گردن جھکائی تھی

گل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کیا مطلب وہ جاہل عورت جانتی تھی سب کچھ

فیض نے گردن اونچی کر کے اسے دیکھا صرف وہی نہیں زلیخا بھی سب جانتی ہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گل پر مانو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ کسی سے اتنی اچھی دوستی کی اور وہ بھی جھوٹی نکلی

خدا دیکھے گا آپ لوگوں کو۔ وہ انگلی اٹھا کر کہتی کیک کا سلائیس منہ میں ڈالنے لگی اس کے چہرے پر صدمہ واضح تھا

بشر اس کا یہ انداز دیکھ زیر لب مسکرا دیا

دیکھ لوں گیں میں ان دونوں کو بھی بلکہ بات ہی نہیں کروں گیں میں ان سے۔

گل میں نے ضمیر کے بارے میں پوچھا تھا وہ کب سے تمہیں یہ میسجز کرتا ہے اور بلکہ مجھے دیکھاؤ اس کے میسج۔ حسن کا انداز بے حد سنجیدہ تھا

گل اٹھی بیڈ پر پڑا موبائل اٹھایا اپنی جگہ پر واپس آ بیٹھی اور موبائل کھول کر حسن کو دیا

تین چار سال سے مجھے ایس ایم ایس کر رہا ہے مجھے نہیں معلوم تھا کہ کون ہے کہاں کا ہے

حسن غور سے اس کے ایس ایم ایس دیکھتا رہا

مجھے تو نام بھی بس ابھی چند دن پہلے معلوم ہوا ہے

بشر نے چونکا چند دن پہلے مطلب کیا وہ ملا ہے تم سے

ہاں یونی میں ملا تھا لائیبریری میں چند دن پہلے

اس نے کیا کہا تم سے۔ بشر کا لہجہ بے چین سا تھا وہ بار بار پہلو بدلتا

کچھ نہیں بس اس نے اپنا نام بتایا تھا اور پھر میں نے زیادہ کوئی بات ہی نہیں کی۔ وہ کہتی چائے کا کپ اٹھانے لگی

بشر اور حسن نے ایک دوسرے کو دیکھا

کوئی بڑی بات ہے کیا۔ گل الجھ گئی تھی

وہ چار سالوں سے تمہیں ایس ایم ایس کرتا ہے۔ حسن اپنی مٹھی کھولتا اور بند کرتا الجھے ہوئے انداز میں گل سے پوچھ رہا تھا تم کیا سوچتی ہو اس کے بارے میں

بشر، میسم اور فیض کی نظر ایک ساتھ گل تک گئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک پل لگا تھا گل کو حسن کا سوال سمجھنے میں

گل نے چائے کا کپ رکھا، آنکھوں میں ناگواری اتری۔ میں کچھ نہیں سوچتی اس کے بارے میں بھائی_ وہ مجھے تنگ کرتا ہے چار سالوں سے اس نے مجھے ٹورچر ہی کر رکھا ہے_ میں سخت بے زار ہوں اس سے_ مجھے ایسے اسٹالکر بالکل نہیں پسند اور پھر جو کچھ میں نے اس کے بارے میں سنا ہے اس کے بعد تو میں کبھی اس سے ملنا بھی نہیں چاہتی_ اس کا لہجہ اٹل تھا

بشر نے سکون کا سانس بھرا

حسن کی کھولتی اور بند ہوتی مٹھی اب کھل چکی تھی اس نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا

لیکن بات کیا ہے وہ میرے پیچھے اس طرح کیوں پڑا ہے۔ گل اب تک الجھی ہوئی تھی

فیض اور میسم سکون سے اپنی چائے پینے لگے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

حسن ابھی کچھ کہتا کہ دروازے پر عزیر اور عبید آئے۔ وہ خاموش ہو گیا اور اس کا یہ خاموش ہونا بہت بڑی غلطی تھی۔ ضمیر کے بارے میں گل کو بے خبر رکھنا یہی اس کی زندگی کی دوسری بڑی غلطی تھی

عزیر نے دروازے پر نوک کیا اور اندر آیا عبید اس کے پیچھے چھپتا چھپاتا اندر آیا

کیا ہم لوگ بھی بیٹھ جائیں پلیز_ عزیر نے معصومانہ انداز میں پوچھا تو کوئی منع نہیں کر پایا

آئیئے بھائی صاحب بیٹھیئے بس آپ لوگوں کی ہی تو کمی تھی۔ فیض مسکراتا ہوا فراخدلی سے کہہ گیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ دونوں مسکراتے ہوئے آئے اور گلریز کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ آپ کیسی ہیں؟ عبید نے اپنے ازلی شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا

گلریز کو اس کی مسکراہٹ پر ڈھیروں پیار آیا اس نے پیار سے عبید کی گالوں کو اپنے انگلیوں کے پوروں سے چھوا بشر کا بے اختیار دل چاہا تھا کہ کاش اس عبید کی جگہ میں ہوتا اس نے رخ موڑ لیا

میں ٹھیک ہوں آپ لوگ کیسے ہیں

ان دونوں بچوں نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا، کیا آپ ہماری دوست بنیں گیں؟ پیار سے آفر کی گئی

اونم اوکے بن جاؤں گی_ گل نے مسکرا کر آفر قبول کی

ان دونوں نے ایک ساتھ اپنا ایک ایک ہاتھ آگے بڑھایا

گل نے ابرو سکیڑ کر انہیں دیکھا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ ان کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں دیئے عزیر اور عبید نے گل کے پکڑے ہوئے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگا کر چوما ان کی اس حرکت پر گل اور وہاں بیٹھے سب ہنس پڑے سوائے بشر کے

مجھے کیوں حق نہیں اسے چھونے کا؟ وہ زیر لب بڑبڑایا اس بے چارے کے الگ ہی دکھ تھے

فیض بھائی نے ہمیں سکھایا تھا کہ اگر کسی سے فرینڈ شپ کرنی ہو تو ایسے کرتے ہیں_ عزیر نے معصومیت سے وضاحت دی

پھر وہ دونوں آلتی پالتی مار کر وہی فیض کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے اور کیک کھانے لگے

ویسے اس گھر میں کوئی لڑکی نہیں ہے مطلب میسم کی بھن یا بشر وہ ابھی بھائی کہتی کہ میسم نے فوراً اس کی بات کاٹی

نہیں یہاں بس مشٹنڈے بھرے پڑے ہیں۔ وہ جانتا تھا اگر گلریز نے ابھی بشر بھائی کہا تو بشر وہی صدمے سے مر جائے گا سو وہ سنبھال گیا

آپ واحد بیٹی ہیں اس گھر کی مادام۔۔ میری بھن.. حسن کا انداز فخریہ تھا

پہلے مجھے حسرت ہوتی تھی کہ میرہ کوئی بھائی نہیں اور اب دیکھیں میری کوئی بھن۔۔ وہ کہتے کہتے اچانک رکی نمی اور فری اس کی بہنیں تھیں وہ کیسے ان دونوں کو بھلا سکتی تھی کبھی بھی نہیں اس کی بہنیں تھیں اور ہیں

اس کا چپ ہونا سب نے نوٹ کیا تھا کوئی بات نہیں میری بیوی آئے گی نا تو تم اسے اپنی بھن بنا لینا_ فیض نے بات سنبھالنی چاہی

ایسے تو پھر میری چار بھنیں اور ہو جائیں گیں_ گلریز چہک اٹھی

وہ جو کب سے چپ چاپ اسے گھور رہا تھا ایک دم سے ٹھٹکا۔ کیا مطلب چار؟ تین بہنیں ہوں گیں تمھاری

حسن اور میسم نے با مشکل اپنی ہنسی چھپائی لیکن فیض کہاں خاموش رہنا تھا اسے تو ابھی گن گن کے بدلے لینے تھے بشر سے

کیوں بھائی تین کیوں چار بہنیں ہوں گیں نا۔ ایک حسن بھائی کی بیوی دوسری میسم بھائی کی بیوی (میسم کے گال ایک پل میں سرخ ہوئے تھے) تیسری میری اور۔۔۔۔۔اس نے اور کو لمبا کھینچا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بکو مت سمجھے چپ رہو_ بشر تو تپ ہی گیا تھا

کیوں کیا آپ شادی نہیں کریں گیں، آہ یہ بیوقوف لڑکی

بشر چند پل اسے یونہی دیکھتا رہا میسم اور فیض شدت سے اس کے جواب کے منتظر تھے

حسن تو بس انتظار میں تھا کہ ادھر وہ ایسا ویسا کچھ کہے میری بھن سے اور میں اس کا سر پھوڑوں

میری منگیتر راضی ہو گی تو میں کر لوں گا شادی۔ بشر کہتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا گیا جیسے اب اس کے پاس ہر سوال کا جواب ہو

کیوں کیا آپ کی منگیتر راضی نہیں ہے آپ سے شادی کیلئے (آہ اب اس بیوقوف کو کون سمجھائے)

بشر نے بے خیالی سے کندھے اچکائے۔ میں نے پوچھا نہیں کیا پتا منع کر دے

حسن آگے کو ہوا اور اسے "بیٹا ابھی تم میری بھن کا نام لے کر تو دیکھاؤ" والی نظروں سے دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیوں منع کرے گی۔ آپ اچھے انسان ہیں، شکل و صورت کے بھی اچھے ہیں۔ ایک بار کہہ کر دیکھ لیں۔ وہ چائے پیتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولی

تم بات کرو گی اس سے۔ بشر آگے کو ہوا تجسس سے پوچھنے لگا

میسم فیض بس اسے تپتی نگاہوں سے گھورتے رہے (اس نے تو کہاں تھا کہ یہ کچھ نہیں بولے گا بتاتا ہوں میں اسے) میسم دل ہی دل کڑھتا رہا

دوبارہ کبھی میں ان پر رحم نہ کھاؤں_ فیض نے بھی پکا ارادہ کیا تھا

وہ جو چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی ایکدم سے رکی۔ اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کر غور سے بشر کو دیکھا۔ میں کیوں آپ کی طرف داری کروں جب کہ آپ نے ہمیشہ مجھے ساری کلاس کے سامنے بے عزت کیا۔ آپ کے طرف میرے کئی حساب نکلتے ہیں بشر سر۔ اس نے سر پر زور دیا۔ اور مجھے جب جب موقعہ ملے گا میں آپ کی زندگی حرام کروں گیں سو۔۔۔ وہ ٹیک لگائے بیٹھی۔ مجھ سے کبھی کسی فیور کی امید نہ کیجیئے گا بشر سر۔ اس کی آنکھوں میں واضع سفاکی تھی

بشر کا دل ڈوب کر ابھرہ۔ چار سال پہلے کی گئی اپنی حماقتیں ذہن میں آج بھی تازہ تھیں۔ اس کا ذہن چند لمحوں کیلئے اس ماضی میں سفر کرنے لگا

وہ منظر کسی اسکول کے اسٹاف روم کا تھا جہاں اس وقت سارے ٹیچرز بیٹھے بریک کے مزے لے رہے تھے

وہ لڑکی ذہین ہے۔ اس کے ساتھ کا ٹیچر اس سے کہہ رہا تھا

وہ ذہین نہیں چالاک ہے۔ بشر نے سامنے کھڑکی سے جھولا جھولتی سفید وردی میں ملبوس سترہ اٹھارہ سالہ گلریز کی جانب دیکھتے ہوئے کہا

آپ اس سے اتنا بد گمان کیوں رہتے ہیں بشر سر۔ وہ ٹیچر کہہ رہا تھا

بشر کی نظریں ہنوز گلریز پر ٹکی تھیں۔ بشر کے دل کو جو انسان بھائے وہ برہ ہی ہوتا ہے۔ اور یہ لڑکی اچھی ہو سوال ہی پیدہ نہیں ہوتا

مطلب آپ کو وہ پسند ہے؟ ساتھ بیٹھی اس کی ہی ہم عمر شائستہ ٹیچر پوچھ رہی تھی

بشر نے رخ موڑ کر چبھتی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا۔ بہتر ہو گا آپ اپنا کام کریں مس شائستہ، کیونکہ پہلے بھی آپ نے میری کلاس کے چند بچوں کو خوامخواہ فیل کیا تھا حالانکہ ان کے جواب درست تھے اور وجہ سامنے کلارک آفیس میں بیٹھے امین صاحب ہیں۔ تو انہیں دیکھنے کے بجائے آپ بچوں کے پیپرز پر غور کریں۔ وہ جبڑے بھینچ کر کہتا ایک عورت کو بھرے مجمعے میں رسوا کر گیا تھا

میری کلاس کا ٹائیم ہو رہا ہے۔ ایکسکیوز می۔ وہ مؤدب سا کہتا اب جانے لگا پیچھے شائستہ ٹیچر بس کلستی ہی رہ گئیں

وہ کلاس میں پہنچا تو ساری کلاس جمع تھی بس اگر کوئی نہیں تھی تو وہ۔۔۔۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ مے آئی کم ان سر؟؟ وہ دروازے پر کھڑی اندر آنے کی اجازت لے رہی تھی۔ حالانکہ بشر سر کو دیکھ اس کا حلق تک کڑوہ ہو چکا تھا۔ ان دونوں کی مخالفت پورے اسکول میں مشہور تھی وہ جانتی تھی کہ اب کیا ہو گا

اس نے ایک چبتی نظر اس پر ڈالی۔ نو۔ وہ کہہ کر بورڈ کی جانب بڑھ کر اپنا کام کرنے لگا۔۔

دوسرہ منظر اسٹاف روم کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا، آنکھیں آنسوؤں سے نم۔ اس کے اتنے سالوں کی ساخ اس ایک کاغذ نے خراب کر کے رکھ دی تھی۔ سب بچے اس پر ہنس رہے تھے۔ صبح صبح اسیمبلی میں بھرے اسکول کے سامنے اسے شیم بھی کروایا گیا تھا اور وجہ تھے 'سر بشر'

وہ بغیر ناک کیئے اندر آئی اسٹاف روم میں اور کوئی نہ تھا سوائے ان دونوں کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بشر نے اسے آتے دیکھ نظریں چرائیں۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی لمبے سانس بھرے اور اب وہ تیار تھا مقابلے کیلئے

اس نے اپنا ہاتھ زور سے میز پر مارہ۔ یہ کیا ہے۔ وہ چھبتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ پوچھ رہی تھی

تمھارہ پرچہ جس میں تم فیل ہوئی ہو۔ بے حد تحمل سے جواب دیا گیا وہ تو اس کے چلانے پر غصہ بھی نہیں ہوا

میں نے سب جواب صحیح لکھے تھے۔ وہ حلق کے بل چلائی۔ آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھرنے لگی تھی۔ دماغ شل ہو رہا تھا

مجھے صحیح نہیں لگے تو میں نے فیل کر دیا۔ آہ ڈھٹائی تو اس شخص پر تمام تھی

آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ۔ وہ بے یقین تھی

میں کر چکا ہوں۔ سامنے سے کھلا اعتراف آیا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیوں؟ایک لفظی سوال

کیونکہ تم مجھے پسند نہیں۔(تم مجھے بے انتہا اچھی لگنے لگی ہو)مجھے تمھارہ کام پسند نہیں آتا(میں نے تمھارے غلط سوال بھی سو بار پڑھے تھے)تم ذہین نہیں مکار ہو(تم بس اعلی ہو)وہ کاٹدار نظروں سے اسے دیکھہ کر کہے گیا۔دل نے جو صدائیں دی تھیں انہیں دل میں ہی دفن کر دیا گیا۔

میں بھی ایک ٹیچر بننا چاہتی تھی لیکن اب مجھے ٹیچر نہیں بننا آپ نے میرہ دل مار دیا ہے بشر سر۔وہ کہہ کر پرچہ وہی چھوڑے وہاں سے جانے لگی۔اس کا دل ہزاروں ٹکروں میں کٹا تھا۔وہ پہلی بار فیل ہوئی تھی یہ اذیت بہت بڑی تھی

اس دن کے بعد گلریز نے کبھی بشر کے پڑھائے سبجیکٹ میں دلچسپی نہیں لی۔وہ اس کا دیا کام نہیں کرتی تھی۔وہ کلاس میں آتا تو اس کی طرف دیکھتی تک نہیں تھی۔اور اسی غصے میں بشر نے ہزار بار اسے سارے اسکول کے سامنے بے عزت کیا تھا

لیکن وہ بھی ڈھیٹ تھی مجال ہے جو کبھی اس کی بات کا اثر لیا ہو

اس کے چلتے دو مہینے بعد ہی بشر نے اسکول چھوڑ دیا۔ہاں وجہ گلریز تھی وہ اس کے دل و دماغ پر قابو پانے لگی تھی

جب اسے علم ہوا کہ وہی گلریز ابرار اور کلثوم کی بیٹی ہے بشر کے تو مانو سر پر پتھروں کا تھال الٹا دیا گیا ہو۔وہ حیران رہ گیا تھا۔یہ دنیا کتنی چھوٹی تھی۔اس نے اعتراف کیا۔

حال میں وہ اس کے سامنے بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی بشر کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔وہ معافی مانگ لیتا اگر اس نے کبھی کسی سے معافی مانگی ہوتی تو۔۔۔وہ بشر میر تھا کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکا تھا اور آج بھی اس نے اپنی انا کو ہی ترجیح دی

جو ہو گیا سو ہو گیا،اب آگے بڑھو۔اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

گلریز سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن بے عزتی اور دو کھا نہیں بشر سر۔اس نے جتانے کے انداز میں کہا اور ہلکا سا مسکرائی اس لڑکی کی آنکھیں ہی اس کے اندر کے غصے کو ظاہر کرتی تھی

خیر ہے بشر برداشت کر سکتا ہے۔وہ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا

لو جی بس بشر بچا تھا اور اس سے بھی بیڑا پال لیا میڈم نے۔ میسم بڑبڑانے لگا۔

اب یہ حسابوں کا کیا چکر ہے۔ فیض نے الجھ کر پوچھا

کچھ نہیں بس ایک عرصہ میں ان کے شہر گیا تھا اسکول میں پڑھانے کیلئے۔ بشر سنبھل کر بولا

اوہ۔ وہاں کوئی حیران نہ ہوا کیونکہ بشر کو اکثر الگ الگ جوبز کرنے کے دورے پڑتے رہتے تھے وہ بھی الگ الگ شہروں میں۔ لیکن کسی نے اس کی بچڑتی رنگت کو محسوس نہیں کیا۔ اس کا دل ڈوب رہا تھا ماضی کی غلطیاں وہ ان کا مداوا کیسے کرے گا

فیض مسکرہ کر کچھ بتا رہا تھا اور وہ سب ہنستے جا رہے تھے۔ گلریز غلط تھی وہ یہاں مس فٹ نہیں تھی بلکہ یہ جگہ اس کیلئے پرفیکٹ تھی۔

★★★_____

رات کی کالی سیاحی نے ہر ایک پر اپنا سایہ کر دیا تھا گہری رات ٹھنڈی ہوائیں چمکتے ستارے آدھا ادھورہ چاند

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چاند کی مدھم روشنی اس قد آور مرد کا اونچا سراپا ظاہر کرتی تھی جس کی بھوری آنکھوں میں ایک الگ ہی تاثر تھا خوف کا تاثر لب بھینچے ہوئے بازو پشت پر باندھے ہوئے اس کھلے آسمان کے تلے کھڑہ ہوا وہ مرد کسی تصویر کا ادھورہ حصہ لگتا تھا

تبھی سیڑھیوں سے کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی

لالہ کھانا لائی ہوں کھالو۔ حنا ہاتھوں میں ٹرے لیئے ہوئے آئی اور اسے چارپائی پر رکھا

مجھے نہیں کھانا بچے لے جاؤ۔ ضمیر بس یک ٹک اس کالے آسمان کو تکتا رہا

حنا آگے آئی اور ضمیر کے ساتھ کھڑی ہوئی

ابھی ابھی ایک تازہ دم خبر لائی ہوں۔ وہ سرگوشی نما آواز میں بولی

کیا؟ وہ بنا کسی حرکت کے بولا

بہت جلد ہی سحر کی رخصتی ہونے والی ہے۔ یہ خبر جتنی حنا کیلئے اہم تھی اس سے کئی زیادہ ضمیر کیلئے بھی اہم تھی

کب؟اس نے گردن گھما کر حنا کو دیکھا

بہت جلد۔

اچھا ہے شادی کر لے ورنہ اس کا شوہر تو اب بوڑھا ہونے لگا ہے۔ ضمیر نے کہہ کر ناگواری سے سر جھٹکا

آپ بھی اسی کے ہم عمر ہے۔ حنا نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی

میں بوڑھا نہیں ہو رہا۔ ان صاحب کو تو غصہ ہی آیا تھا

آپ کو پتا ہے لالہ۔ وہ کتنا اتراتی ہے اپنے شوہر پر۔ میرہ شوہر یہ، میرہ شوہر وہ۔ ہونہہ۔۔۔ حنا اس کی نقلیں کرنے لگی

ضمیر ہلکا سا ہنسا۔"ہاں تو اترانا بھی چاہیئے۔ جن کے شوہر ان کے ساتھ مخلص ہو۔ ان کا اترانا تو بنتا ہے۔"اس کا لہجہ بہت سادہ تھا اور آواز دلوں میں اترنے جیسی

مخلصی کیا ہے لالہ۔ اس نے معصومیت سے سوال کیا

ضمیر نے گہری سانس بھری اور چلتا ہوا چارپائی پر آ کر بیٹھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگے حنا کے سرخ بال اس کے دوپٹے سے باہر نکلنے لگے اس نے بدقت اپنے بال سنبھالے

"مخلصی کا مطلب کسی ایک سے محبت کرتے رہنا نہیں ہوتا مخلصی مطلب کسی ایک کیلئے خود کو پابند رکھنا، کسی ایک کیلئے خود کو وفادار رکھنا، اس کیلئے دنیا سے بچ کر رہنا ہے۔ یہ سوچ کہ وہ ہے تو ہے اگر وہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔ اس کی جگہ کبھی کسی کو نہ دینا۔ وہ نرمی سے کہے جا رہا تھا۔ جو رشتہ اس شخص سے رکھنا چاہو، اس رشتے میں پھر کسی اور کو قبول نہ کرنا۔ پھر چاہے حالات کیسے بھی ہوں مجبوریاں کتنی بھی بڑھ جائیں دباؤ اتنے ہو کہ انسان ڈھ جائے لیکن پھر بھی بس یہی سوچ کہ اگر وہ نہیں تو کوئی بھی نہیں۔ یہی مخلصی ہے۔"اس نے کہہ کر گردن اٹھا کر حنا کو دیکھا جو مسکرہ کر اسے دیکھ رہی تھی

مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی لالہ بچپن سے ہم لوگ ساتھ رہے ہیں پھر یہ باتیں تم کو کس نے اور کب سکھائی۔ اور پھر میں کہاں تھی اس وقت۔ حنا کو واقعی افسوس ہوا

یہ باتیں کوئی سکھاتا نہیں ہے پاگل لڑکی۔" عشق اگر کبھی کسی کو کچھ دیتا ہے تو وہ بس زبان ہے۔ عشق گویا ہی دیتا ہے اور سماعتوں کو چھین لیتا ہے"

حنا سن کر کچھ الجھی اور ضمیر کے ساتھ بیٹھ گئی۔ تو پھر انسان اپنے معشوق کے سامنے کچھ کیوں نہیں بول پاتا۔ وہ بول کر اچانک خاموش ہوئی جیسے اپنے ہی سوال پر پچھتائی ہو

"یہ زبانیں عشق دیتا ہے، مجال ہے جو معشوق کے سامنے وہ زبان چلے۔ پھر یہ سماعتیں بھی عشق ہی چھینتا ہے، لیکن جب آواز معشوق کی ہو تو عاشق کا رواں رواں سماعت بن جاتا ہے۔"اس نے کہا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ویسے اپنے بھائی سے ایسے سوال کرتے ہوئے شرم تو نہیں آتی نہ تمہیں۔ہاں؟؟ ضمیر کو جیسے اچانک یاد آیا کہ سوال کرنے والی اس کی بھن تھی

حنا نے ہنس کر سر جھکا لیا۔ سوری لالہ۔ کھانا تو کھالیں

ضمیر نے نفی میں گردن ہلائی۔ نہیں مجھے بھوک نہیں ہے

رزق کی بے حرمتی کریں گیں تو رزق ناراض ہو جائے گا لالہ

ضمیر نے گردن جھکائی ہاتھ باہم جوڑ لیئے اور جب بولا تو اس کا لہجہ غمزدہ لگتا تھا۔"ابھی تو میرہ محبوب میری بے حرمتی کر رہا ہے،اور ظلم دیکھو کہ مجھے ناراض ہونے کا حق بھی نہیں دے رکھا...."

کیسی بے حرمتی؟حنا واضح الجھی

نہ وہ مجھ سے بات کرتی ہیں،نہ مجھے پسند کرتی ہیں۔ بلکہ چند لوگوں میں بیٹھ کر میری برائیاں کرتی ہیں۔ ظلم تو ہے نا؟

حنا ہلکا سا ہنسی۔ڈریں اس وقت سے بھائی جب عورت کو آپ سے عشق ہو جائے۔ یقین کریں وہ اپنے عشق کی اتنی پکی ہوتی ہے کہ آپ پر کسی کی نظر بھی برداشت نہیں کرے گی۔اور ہزاروں پابندیاں بھی لگائے گی

"اگر وہ عورت میرے ساتھ وفادار رہے گی تو مجھے اس کی ہزاروں پابندیاں قبول۔اس کے سب نکھرے میرے سر آنکھوں پر۔"وہ مطمئن سا کہہ رہا تھا جیسے یقین ہو کہ اس کی عورت اس کے ساتھ وفادار ہی رہے گی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور اگر بیوفائی کر لی تو؟

پھر میری محبت میں کوئی کمی ہو گی کہ وہ بے وفائی کرنے پر مجبور ہوئی۔

ضروری نہیں لالہ کہ ہر مرتبہ مرد کی غلطی ہو۔ کبھی کبھار مرد اپنا بیسٹ دیتا ہے لیکن پھر بھی عورت بیوفائی پر اتر آتی ہے۔ آہ وہ افسانوی کرداروں کی دیوانی لڑکی حقیقت سے خوب آشنا تھی

ہاں ہوتی ہیں کچھ عورتیں جنہیں محبت راس نہیں آتی۔ان کی سزہ انہی کی بے وفائی ہوتی ہے۔ لیکن میری عورت بے وفا نہیں۔۔اس نے حنا کو باور کروایا

ابھی سے اتنا اعتماد ابھی تو اس نے کوئی واعدہ بھی نہیں دیا۔

"تو نہ دیں۔ میں نے ان سے کبھی کوئی واعدہ لینے کی خواہش کی ہی نہیں۔ وہ میری ہیں، میں جانتا ہوں۔انہیں مجھ تک کی آنا ہے۔"

وجہ؟وہ اپنے بھائی کی خام خیالی پر حیران تھی

نہیں معلوم۔ بس ایک یقین ہے۔ آواز بے حد مدھم تھی کہیں ایک خوف اسے بھی ستاتا تھا جسے وہ ہمیشہ نظر انداز کر لیتا۔ لیکن آج اس خوف نے اپنے پورے قد کے ساتھ سر اٹھایا تھا۔ ضمیر یونس خان اگر وہ تمہیں نہیں ملی تو؟

اس نے گہری سانس بھر کر خود کو پر سکون کیا وہ اس بارے میں نہیں سوچنا چاہتا تھا۔

حنا نے ضمیر کا کندھا تھپکا۔ تو پھر آپ بات کریں بابا سے اور داجی سے کہ وہ چلیں وہاں اور انہیں یہاں لے آئیں

وہ ان کے گھر کبھی نہیں چلیں گیں حنا۔ اور ابرار مجھے بیٹی دینے کیلئے رضامند نہیں ہے۔ اور وہ خود مجھ سے بات تک نہیں کرتیں۔ میں کیا کروں؟ ضمیر کا لہجہ شکستہ سا تھا

ابرار کیوں نہیں مانیں گیں لالہ، چرغے کا فیصلہ تھا یہ۔ انہیں تو ماننا پڑے گا۔ حنا پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے

کون سا چرغہ حنا۔ جن لوگوں نے فیصلہ کیا وہ سب قبروں میں جا سوئے۔ اب دو فریق ہیں ایک یونس خان اور دوسرہ ابرار میر

نہ یونس خان بیٹی لینا چاہتا ہے اور نہ ہی ابرار میر دینا چاہتا ہے۔اب شکایت کرے بھی تو کون چرغہ بیٹھائے بھی تو کون

وہ حد درجہ مایوس لگتا تھا

سب ٹھیک ہو جائے گا لالہ۔اللہ کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکالے گا۔تم فکر مت کرو۔حنا نے تسلی دینی چاہی لیکن بے کار

او نہوں، خود کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔ضمیر نے سر اٹھایا اور حنا کو دیکھا۔میں ہر طرح سے بابا کو مناؤں گا۔۔۔انہیں اگر اپنا وارث چاہیئے تو میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ورنہ تیسرہ راستہ میرے پاس سزہ کا ہو گا اور اگر ضمیر یونس خان سزائیں دینے پر اتر آیا تو باخدا زمین پر کوئی ایسا نہیں ہے جو ضمیر خان کو روک سکے۔اور اگر کوئی ضمیر خان کو روکے تو اس کی ماں اس کو روئے

وہ کہہ کر وہاں سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بڑھتا وہاں سے جانے لگا

حنا اکیلی رہ گئی ہمیشہ کی طرح۔اس نے مٹھی میں دبا کاغذ دیکھا اور پھر اسے کھولا وہ کب ہمت کرے گی کہ اپنے بھائی کو سچ بتا سکے

کیا وہ اس خط کا جواب دے یا ہر بار کی طرح اسے بھی بس سنبھال کر رکھ دے

اس نے حسرت سے آسمان کی جانب دیکھا۔یا اللہ کیا کروں میں

★★★___

صبح اب باسی ہو چکی تھی اور دن چڑھ آیا تھا لیکن گلریز کا ناشتہ اب جا کر تمام ہوا تھا وہ سست لڑکی اٹھی ہی بارہ بجے تھی

اس نے ناشتے کے بعد شاور لیا بال سکھائے اور کمرے سے باہر نکلی۔دروازہ کھولتے وقت اس نے گہرہ سانس لیا آنکھوں میں آتی نمی کو پیچھے دھکیلا۔تمہیں نور مل دیکھنا ہے گل۔

سب نور مل ہے۔سب ٹھیک ہے۔اس نے خود کو باور کروایا۔یہ لوگ تمھارے اپنے ہیں۔وہ نہیں تھے(اس سوچ پر دل کرچی کرچی ہو جاتا تھا لیکن یہی حقیقت تھی)سب ٹھیک ہے

اب سب نورمل ہے۔اس نے گہری سانسیں لیں چہرے پر ایک مسکراہٹ سجائی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی

سیڑھیوں سے اترنے لگی کہ سامنے سے ابرار آتے دیکھائی دیئے وہ وہی رک گئی۔ایک پل کو ابرار بھی وہی ٹھہر گئے۔یہ اس گھر میں آنے کے بعد ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔

وہ مسکرائے لیکن گل مسکرہ بھی نہ سکی۔وہ قدم بڑھانے لگے یہ چند قدم انہے کوئی بہت بڑی مسافت لگے۔وہ فاصلہ بہت زیادہ تھا۔وہ گل کے عین سامنے کھڑے ہوئے۔ کیسی ہو بیٹا

ٹھیک_وہ زمین کو دیکھنے لگی

ناراض ہو مجھ سے۔انھوں نے نرم لہجے سے پوچھا

گل نے نظریں نہیں اٹھائی۔وہ پوری زندگی باپ کی اس نرمی کی خواہشمند رہی تھی لیکن اسے کبھی نہ ملی اور آج اسے وہ مہربان باپ بھی ملا تھا اور وہ نرم لہجہ بھی

کہیں بیٹھ کر بات کریں۔انہیں لگا اگر گل روئی تو وہ بھی رو دیں گیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔ گل کی آواز روندھی ہوئی تھی۔ ابرار ہلکا سا مسکرائے۔ تو مطلب میری بیٹی مجھ سے ناراض ہے۔ ہوں۔ نھوں نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا

گل نے ایک نظر ان کی مسکراہٹ کو دیکھا اور وہ جیسے چڑ ہی گئی۔ ایک تو پتا نہیں یہاں پر سب لوگ میری ناراضگی پر مسکراتے کیوں ہیں

ابرار کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔ انہوں نے گل کے سر پر ہاتھ رکھا اور شفقت سے اس کے بال چومے۔ کیونکہ اس ناراضگی کیلئے اس آواز کیلئے ان شکایتوں کیلئے ہم بیس سال تڑپے ہیں اب سنتے ہیں تو سکون ملتا ہے۔ وہ نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں ان بیس سالوں کیلئے جو کچھ بھی ہوا اس سب کیلئے میں معافی مانگتا ہوں۔ ابرار نے ہاتھ جوڑے۔ "مجھے ایک بار بابا کہہ دو۔" ان کی آواز بھاری ہوئی

ان کی یہ حالت دیکھ گل نے بے اختیار خود کو ملامت کی۔ باپ کو مجبور دیکھنا بیٹیوں کے دلوں کو آری سے چیر دیتا ہے

گل نے ان کے بندھے ہوئے ہاتھ الگ کیئے اور ان کے سینے سے لگ گئی۔ آئی ایم سوری بابا مجھے معاف کر دیں میں اتنے سال آپ لوگوں سے الگ رہی بالکل بے خبر لاعلم سوری باباسوری۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں تراتر بہنے لگے

کچھ نہ کہو بچے بس بابا کہو۔

بابا۔۔۔بابا۔۔۔بابا۔۔۔"گل میکانکی انداز میں بابا کہتی گئی اور ابرار آنکھیں بند کیئے اس سکون کو محسوس کرنے لگے

باپ بیٹی دنیا کا سب سے خوبصورت رشتہ ہے ایسا کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ ایک پاک رشتہ مخلصی کا رشتہ۔ ایک ایسا رشتہ جس میں بنا کہے ایک دوسرے پر اعتماد رہتا ہے۔ بیٹیوں کو باپ پر یہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان کی حفاظت کریں گیں اور باپ کرتے بھی ہیں۔ اور باپ کو اپنی بیٹی پر یہ اعتماد ہوتا ہے کہ وہ ان کی عزت رکھے گی انہیں کبھی سر جھکا کر چلنے پر مجبور نہیں کرے گی۔ باپ بس اپنی بیٹی سے اتنا چاہتا ہے کہ وہ جہاں بھی جائے یہ سوچ کر جائے کہ وہ اکیلی نہیں اس کے باپ کی عزت ان کا مان ان کا اعتماد یہاں تک ان کی جان

بھی وہ اپنے ساتھ لے کر چلتی ہے۔ جو لڑکیاں دو ٹکے کی محبتوں کی وجہ سے اپنے باپ کو دو کھا دیتی ہیں وہ کہیں کی نہیں رہتیں۔ ایسی بیٹی جن کی وجہ سے ان کے باپ کا سر جھکے وہ زندگی بھر روتی رہتی ہیں نامحرم کی محبت کبھی سکون نہیں دے سکتی یہاں تک کہ اس میں اتنا تک علم نہیں ہوتا کہ وہ نامحرم مخلص بھی ہے یا نہیں خدارہ اپنے باپ پر کسی کو ترجیح مت دو

اور وہ باپ جو بیٹیوں سے تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کی عزت کریں لیکن خود انہیں عزت اور بھروسہ نہیں دیتے ایسے باپ بھی دنیا میں کہیں کے نہیں رہتے

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری بھن بیٹی تمھاری عزت کرے تو پہلے تم خود ان کی عزت کرو...."

"اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ تمھارہ باپ اور بھائی تمھارے ساتھ کھڑا رہے تو پہلے تم ان کی عزت رکھنا سیکھو...."

جب وہ باپ بیٹی ہنستے مسکراتے ہوئے نیچے اترے تو سامنے اشتیاق اور قاسم جو کوئی بات کر رہے تھے اچانک اس طرف متوجہ ہوئے۔ ابرار بہت عرصے بعد یوں ہنس رہے تھے۔ اپنے بھائی کو یوں خوش دیکھ ان دونوں کا دل خوش ہوا تھا

بھائی صاحب آپ کو خدا کا واسطہ ہے ان لڑکوں کو کچن سے باہر نکالیں۔ حسنا چچی ہاتھ میں ایک کپڑہ لیئے کچن سے باہر نکلیں اور ابرار سے منت کے انداز میں کہا۔ سارے کچن کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے ان چاروں نے

ابرار اور گل نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر وہ دونوں کچن میں گئے کچن کی حالت جو تھی۔ اففف الامان

سارے کچن سلیب پر آٹا پھیلا ہوا تھا۔ ایک جگہ سبزیوں کے اتارے گئے چھلکے پڑے تھے۔ شینک کے پاس کھڑہ فیض گوشت کو دھو رہا تھا۔ میسم جارہانہ انداز میں آنکھون سے آنسوں بہاتے ہوئے پیاز کاٹ رہا تھا۔۔ بشر سلیب پر بیٹھا بازو الٹے کیئے دانتوں سے سیب کترنے میں مصروف، بے فکر لاپرواہ سا۔ چولھے پر ہانڈی چڑھی ہوئی تھی جس میں تیل پورہ تپ چکا

تھا اور اب جلنے لگا تھا حسن نے چکن اس تپتے تیل میں ڈالا اور آگ ایک دم سے چولھے سے باہر آئی۔۔۔۔یہاں تک کہ کیبینٹز کو چھوا۔ حسن ہربڑا کر پیچھے ہٹا گلریز نے فورا آکر چولھا بند کیا وہاں کھڑے سب لوگ ہاتھ روکے منہ کھولے اس نارنجی آگ کو دیکھنے لگے۔

پاگل ہو گئے ہیں کیا یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ایسے ہوتی ہے کوکنگ۔۔وہ پوری قوت سے حسن پر چلا رہی تھی جیسے خود تو ماسٹر شیف تھی

آاں۔۔۔وہ۔۔۔یہ۔۔۔۔اصل میں۔۔۔۔۔وہ منمنانے لگا

کیا یہ وہ۔ہاں؟جائیں باہر۔۔۔۔اس نے دروازے کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔جائیں باہر آپ سب لوگ جائیں۔۔اس نے فیض کے ہاتھوں سے گوشت لے کر واپس رکھا اور دروازے کا اشارہ کیا

ہم تو تمھارے لیئے کھانا بنا رہے تھے کہ تم۔۔ حسن ایک معصوم بچے کی طرح کھڑا بول رہا تھا

واہ واہ بہت خوب اب الزام سارہ میرے اوپر کہ میرے لیئے کھانا بنا رہے تھے۔گل نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا

دروازے پر کھڑی حسنا چاچی اور ابرار ایک دوسرے کو دیکھ ہنسنے لگے

بشر ویسے ہی لاپرواہ صیب کترنے میں مصروف تھا

بھائی تمھارے لیئے محنت کرنی ہی نہیں ہے_ میسم نے ہاتھ میں پکڑا چاکو زور سے پٹکا۔
آنکھوں سے آنسوں صاف کیئے بازو سے ناک رگڑی

نہیں بالکل بھی نہیں کرنی یہ محنت پلیز۔۔۔۔گل جتانے کے انداز میں بولی

چلو بھائی چلتے ہیں ہم۔ حسن واقعی چڑ گیا تھا

وہ تینوں وہاں سے جانے لگے سر جھکائے رنگے ہاتھوں پکڑے ہوئے چوروں کی طرح

سوائے بشر کے وہ ویسے ہی بیٹھا رہا

اب آپ کو کیا الگ سے عرضی بھیجوں بشر سر۔گل آنکھیں ٹپٹپا کر معصومیت لائی

بشر نے ہاتھ کھڑے کیئے اور وہاں سے باہر جانے لگا۔ ویسے میں ایک اچھا شیف ہوں تمھارے لیئے کھانا بنا سکتا ہوں میں۔ لیکن صرف تمھارے لیئے۔ اس نے انگلی اٹھا کر اشارہ کیا

گل نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا

اچھا بیٹا میں بنا دوں کھانا۔ حسنا چچی کہتی جوتا اٹھانے کیلئے جھکی۔ بشر دگنی اسپیڈ میں وہاں سے بھاگا تھا

گلریز نے ہاتھ اٹھا کر حسنا چچی کو اشارہ کیا۔ کیسے سنبھالتی ہیں آپ ان نمونوں کو چچی

ارے بیٹا یہ چاروں اس وقت اپنے اپنے دفتروں میں ہوتے ہیں آج پتا نہیں کو نسا شوق چڑھا انہیں۔ کہنے لگے بھن کیلئے کھانا بنانا ہے حسنا چچی ناگواری سے کہتے اندر آئیں

کارنامے خود کے اور الزام ڈال دیا بھن پر کہ اس کی وجہ سے کر رہے تھے ہونم۔ گلریز نے برا سا منہ بنایا

اچھا اب آؤ باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔ ابرار نے باہر کا اشارہ کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گل نے ایک نظر سارے کچن کو دیکھا پورہ کچن اوندھا ہوا پڑا تھا اور پھر وہاں کھڑی اکیلی حسنا چچی کو۔یہ اکیلی کیسے کریں گیں یہ سب بابا۔میں ان کا ہاتھ بٹا دیتی ہوں

ابرار نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور باہر چلے گئے

وہ اپنے کمرے میں آئے جہاں کلثوم ایک کونے میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ا

اچھی خاصی ڈانٹ کھائی ہے آج تمھارے حسن نے میری بیٹی سے۔وہ مزے سے بتاتے ہوئے ان کے سامنے جا بیٹھے

کلثوم نے گردن ہلائی۔سنا میں نے

وہ بالکل تمھاری طرح بولتی ہے۔ابرار نے ستائشی انداز میں کہا

ہاں لیکن اس کا چلانا تم پر گیا ہے کلثوم نے کانوں کو چھوا_ آف توبہ توبہ بہت چلاتی ہے

ابرار ان کے اس انداز پر ہنس پڑے ہاں تو میری بیٹی ہے چلانا اور چالاکی تو اس نے ورثے میں لی ہے مجھ سے۔وہ فخریہ انداز میں کہتے کہنی کے بل لیٹے تم کب ملو گی اس سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تم نے حسن کو دیکھا ہے وہ بہت خوش ہے۔ کلثوم نے بات بدلنی چاہی ابرار نے بھی اصرار نہیں کیا

ہم نے اس کے ساتھ غلط کیا یار وہ بچہ تھا اس وقت۔۔۔۔ میں نے اپنے بیٹے کو خود سے دور کر دیا بہت غلط کیا۔ ان کی آواز میں تھکن تھی برسوں کی تھکن

ہمارے ساتھ یہ سب کیوں ہوا ہم نے کسی کا کیا بگاڑہ تھا۔ کلثوم نے گردن جھکالی اور آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔ ہماری اور ہمارے بچوں کی زندگیوں کے بیس سال ضایع ہوئے وہ قیمتی سال جو ہم لوگ ایک ساتھ خوشی خوشی گزار سکتے تھے

ابرار ان کی بات پر سیدھے ہو بیٹھے گردن جھکائے ہاتھ باہم جوڑے کافی دیر بعد جب وہ بولے تو آواز روندھی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں نے کسی اور سے اس کی بیٹی چھینی تھی اس لیئے مجھ سے میری بیٹی چھین لی گئی (یہ اعتراف تھا تیس سالوں سے دل میں دبایا ہوا اعتراف جو آج باہر نکلا تھا)

کلثوم نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔ تو کیا وہ بھی یہی سوچتے تھے جو میں سوچتی رہی۔ ان کے دل میں کئی جھکڑ چلنے لگے

تیس سال پہلے ہم نے جو کیا تھا وہ غلط تھا کلثوم۔ ہم نے صبر نہیں کیا جذباتی ہو گئے۔ میں نے ایک باپ سے اس کی بیٹی چھینی تھی۔ ایک بھائی سے اس کی اکلوتی محبوب بھن۔ انہوں نے نگاہیں اٹھا کر کلثوم کو دیکھا۔ یونس تم سے کتنی محبت کرتا تھا یہ مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کلثوم کی آنکھوں میں انسوں چمکے۔

میں نے جلد بازی کی۔ میں نے ایک خاندان کو تباھ کر دیا۔ اس خاندان سے ان کی اکلوتی بیٹی چھین لی (یہ اعتراف تھا اور اعتراف ہمیشہ دلوں کو چیر کر نکلتا ہے)

تمھارے اکیلے کا قصور نہیں ہے ابرار میں نے بھی ہامی بھری تھی۔ میں بھی تمھارے ساتھ تھی۔ انہوں نے تسلی دینی چاہی

تم گھبرائی ہوئی تھی یار تم معصوم تھی تم نے دنیا نہیں دیکھی تھی لیکن میں۔۔۔۔ابرار نے سر ہاتھوں میں گرادیا میں سب جانتا تھا یار۔داجی راضی ہو جاتے یار۔ہم نے جلدی کر دی۔۔۔۔

چند الفاظوں نے ماضی کے غموں کو ایک بار پھر تازہ کیا تھا۔نا سمجھی میں اٹھایا ایک قدم کئی زندگیاں تباہ کر دیتا۔آج ان دونوں پر یہ انکشاف ہوا تھا۔اگر وہ جلدی نہ کرتے تو آج یہ سب نہ ہوتا۔

اس کمرے میں دو لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک سوزناک خاموشی چھا گئی۔قبرستان جیسی خاموشی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

★★★_____

دن ڈھلا تو رات نے ہر سو سیاہی کا دامن پھیلایا آدھی دنیا سکون کی جانب گئی۔اور آدھی دنیا نے گناہوں میں اپنا سکون تلاش کرنا چاہا۔ایسے میں اسلام آباد کے اس خوبصورت بنگلے کے اندر آؤ تو وہاں خاموشی تھی لیکن سکون بھری خاموشی۔سب لوگ سکون سے اپنے اپنے

کمروں میں سونے کیلئے گئے تھے۔ ابھی ان سب کو چھوڑ ہم میسم میر کے کمرے کی جانب چلتے ہیں جہاں پر کوئی منظر ہمارہ منتظر ہے۔

وہ بے ترتیب کمرہ تھا۔ کوئی بھی چیز جگہ پر نہیں تھی۔ گیلا ٹاول بیڈ پر اچھالا گیا تھا۔ صوفوں کے پاس جوتے اور موزے یونہی پڑے تھے۔ لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا۔ اور وہ موصوف ان سب چیزوں سے بے خبر گیلری میں موجود تھے۔ اس کا وجود نیم اندھیرے میں تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کا منظر چمک رہا تھا۔ وہ مسکرایا، مدھم مسکراہٹ اور گہرہ راز۔ ٹھنڈی پر نم ہوائیں کسی کی یاد دلاتی تھیں۔ وہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا آنکھیں موند لیں ان آنکھوں کے پار ایک روشن صبح کا منظر تھا۔ ایک حسین صبح.....

صبح کی روشن کرنیں ساری حویلی کو روشن کیئے ہوئے تھی وہ اندر آتے ہوئے ایکدم ٹھٹھک کے رکا۔ سامنے سے وہ اپنی دھن میں چلتی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی۔ سرخ بال پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ سرخ لباس میں ملبوس پیروں میں گولڈن خصا پہنے وہ آج سادہ لیکن معمول سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ سرخ رنگ اسے مزید خوبصورت بناتا تھا۔ کان میں ایک جھمکا پہنا ہوا اور دوسرہ ہاتھ میں تھا وہ اسی میں الجھی ہوئی تھی جھمکے کے دو حصے ہوئے

پڑے تھے اور یہ بات اسے اداس کر گئی تھی۔ سیڑھیوں کی ریلینگ پر سبز بیلیں سجی تھیں تیز تیز چلتے اس کا پاؤں مڑا۔ ریلینگ پر ہاتھ رکھے بدقت خود کو سنبھالا اور پھر وہی بیٹھ کر پیر کو دبانے لگی۔ سبز بیلوں سے ڈھکی ریلینگ کے پاس بیٹھی وہ سرخ بالوں اور سرخ لباس والی لڑکی اور پھر کھڑکیوں سے آتی دھوپ اس منظر کو اور بھی خوبصورت بنا رہی تھی۔ وہ ایک دلکش پینٹنگ کا حصہ لگتی تھی لیکن وہاں کچھ ادھورہ سا تھا مگر کیا

پیر میں درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔ ایک جھٹکے کا درد کم تھا جو اب یہ پیر بھی اذیت بن گیا۔

اس نے بڑبڑا کر منہ بگاڑہ

تبھی سامنے سے وہ دراز قد مرد آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا آگے آیا

قدموں کی آہٹ پر اس لڑکی نے نظریں اٹھا کر دیکھا

نظریں نظروں سے ملی سانسوں کا سلسلہ ایک پل کو تھما۔ دل بے ترتیب دھڑکنے لگے۔

اب ہوا منظر مکمل

اگلے ہی لمحے اس نے نگاہیں جھکائی اور یہ نگاہیں جھکانا اس مرد کو اندر تک سمیٹ گیا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں کوئی مدد کروں حنا گل۔ وہ کہتے ہوئے آگے آیا اور پنجوں کے بل اس کے سامنے آبیٹھا۔ حنا چپ چاپ ویسے ہی بیٹھی رہی جیسے کوئی سانپ سونگھ گیا ہو

اب آپ کی اس خاموشی کو ہم اپنے آنے کی خوشی سمجھے یا پھر صدمہ۔ وہ کچھ خفا ہوا

حنا گل، میسم بے کے آنے سے کبھی خوش نہیں ہو سکتی۔ وہ بھی اسی کے انداز میں بولی اور اٹھی ایک دم اٹھنے سے گود میں پڑا ٹوٹا ہوا جھمکا نیچے گرا۔ پیر میں درد کی شدید ٹیس اٹھی تھی جسے وہ برداشت کر گئی

میسم نے مسکرا کر اس کا ٹوٹا ہوا جھمکا اٹھایا اور جیب میں رکھا۔ حنا نے اس کی یہ حرکت دیکھی تھی لیکن کچھ بولی نہیں

میں نے انتظار کیا آپ کے جواب کا میڈم۔ میسم نے شکایتی انداز میں کہا

جواب تب ملے گا جب دوسروں کے بجائے خود کوئی سوال کریں گیں۔ وہ تڑاک سے کہتی جانے کیلئے مڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تبھی کھڑکیوں سے ہوا کے جھونکے آئے حنا کا دوپٹہ اڑ کر میسم کے منہ پر لگا میسم نے آنکھیں بند کر لی ایک سکون تھا جو اس کے رگ وپے میں اتر گیا

تو پھر پہلے سوال سن تو لیں اتنی بھی کیا جلدی ہے جانے کی۔ میسم نے پیچھے سے ہانک لگائی

وہ جاتے ہوئے رکی لیکن مڑی نہیں

کیسی ہیں آپ

حنا زیر لب مسکرائی۔ ٹھیک

تمھیں رحم نہیں آتا مجھ پر۔ وہ اب قدم بڑھاتا اس کے ٹھیک سامنے آ کھڑا ہوا

حنا نے آنکھیں گھمائیں۔ نہیں" وہ سفاکی سے بولی البتہ دل بے ترتیب دھڑکنے میں مصروف تھا

میسم نے تاسف سے نفی میں گردن ہلائی" ظالم لڑکی" ہونم

اور کوئی سوال۔ وہ جیسے کچھ سننے کی منتظر تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میسم نے اثبات میں گردن ہلائی۔ہاں وہی سوال جو میں نے پہلے خط میں لکھ کر بھیجا تھا

حنا کے گال سرخ پڑے اس نے آنکھیں ادھر ادھر گھمائی وہ اس سوال کو کیسے بھلا سکتی تھی

کیا آپ مجھے اپنے سرخ بالوں کو چھونے کا حق دیں گیں؟؟ میسم اس کی آنکھوں میں دیکھ دھڑکتے دل پر بمشکل قابو پاتے ہوئے کہنے لگا۔اس کے ہاتھ پسینے سے تر ہو چکے تھے

کیا آپ مجھے اپنے ہاتھوں کو پکڑنے کا حق دیں گیں؟؟

اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور حنا کے دھکتے چہرے کو دیکھا

حنا گل کیا آپ میسم قاسم میر کو اپنا شوہر بننے کا موقعہ دیں گیں؟؟

حنا نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی۔اس کیلئے آپ کو شریف انسانوں کی طرح میرے دادا باپ اور بھائی سے بات کرنی ہو گی

میسم نے افسوس سے گردن ہلائی۔ کیا ہوتا اگر تم ہاں کر دیتی ان سب سے تو میں ویسے ہی پوچھ لیتا۔وہ منہ بنا کر کہتا اس کے سامنے سے ہٹا۔اب جاؤ ظالم لڑکی۔وہ سخت خفا ہوا تھا

وہ بنا اس پر نظر ڈالے اوپر کو دوڑی اسے جھمکا بھول چکا تھا۔ پیر کا درد تو لمحوں میں غائب ہوا۔ وہ بھی بھول گئی کہ وہ نیچے کسی کام سے جا رہی تھی۔۔ آہ یہ محبت....♡

وہ اسے جاتا دیکھ بس مسکراتا رہا

تبھی کسی نے اسے پکارہ۔ یہاں اکیلے کھڑے کیا کر رہے ہیں سالے صاحب

میسم نے ایکدم سے آنکھیں کھولی۔ وہ آگے کا منظر یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ محبت، مجبوری دونوں ساتھ نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ خود سے بڑبڑایا۔

آہ گل۔ تمھاری وجہ سے میں اپنی محبت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے لہجے میں غصہ نہیں تھا بس آس تھی۔

خیر تم ہماری ہو۔ لیکن تمہیں حاصل کرنے کیلئے اپنی محبت کی قربانی دینی پڑی تو۔۔۔۔۔

تبھی اس کا فون بجا وہ بولتے ہوئے خاموش ہوا۔ سامنے سے بڑی کالینگ کے الفاظ جگمگائے

وہ کچھ بدمزہ ہوا اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا

ہیلو۔ پہلے حال احوال پوچھے گئے اور پھر وہ مدعے پر آئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں بار بار نہیں آسکتا بڈی۔

کیا مطلب۔ میرے بغیر بھی سب کام ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہوتے رہے ہیں شروع سے۔ اس نے کندھے اچکا کر سہولیت سے کہا

کون سے کاغذ؟؟ وہ حیران ہوا۔ ہاں اچھا وہ، وہ بابا تم ہی دیکھ لیں مجھے بھروسہ ہے تم پر۔ سامنے سے خفگی سے کچھ کہا گیا تھا۔ میسم ہلکا سا مسکرایا۔

جیسے میں مان لوں گا۔ وہ ڈھیٹ تھا سامنے والے نے اعتراف کیا

نہیں نا۔ حسن بھائی کو مجھ پر شک ہو رہا ہے۔ میں اس وقت انہیں خود سے بد گمان نہیں کر سکتا۔ میں جلد آؤں گا لیکن ابھی نہیں۔ چند الوداعی کلمات کے بعد اس نے کال کاٹ دی۔ اور آنکھیں موند لیں۔ ذہن کے پردوں پر ایک اور منظر لہرایا۔ اور وہ خود کو اس میں غرق کرنے لگا اور تھا ہی کیا اس کے پاس۔

★★★

بیس سال قبل

تاریک 10 جنوری

شہر اسلام آباد

زرد و سفید دیواروں والا بنگلہ آج بھی اپنی تاب سے کھڑا تھا۔ اگر گھر کے اندر جھانکو تو مکینوں کے چہرے خوشی سے کھلکھلا رہے تھے۔ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا ایک پانچ سالہ پھولے ہوئے گالوں والا بچہ چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ مجے بڑی امی کے پاش جانا اے۔ وہ اپنی توتلی آواز میں پوری قوت سے چلا رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھا ایک سات آٹھ سالہ لڑکا اس کی چیخوں سے سخت کوفت زدہ تھا۔ خدا کا واسطہ ہے چپ کر جاؤ میسم، حسن آجائے تو چلتے ہیں ہم کیا مسئلہ ہے تمھارے ساتھ آخر

تم چپ رہو بچر۔ اس نے بشر کو بچر کر دیا۔ اور حشن بھائی کو بلاؤ مجے بڑی امی کے پاش جانا اے ابی_ میسم توتلی آواز میں کہتا پھر سے بغیر آنسوؤں کے رونے لگا

بشر نے برا سا منہ بنایا

تبھی سیڑھیوں سے کوئی دس سالہ بچہ حسنہ چاچی کے ساتھ اترتا ہوا آیا

یار حسن جلدی کرو اس نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ بشر نے دور سے ہی ہانک لگائی

کیا ہوا ہے اسے حسن ان کی طرف آیا

مجھے بڑی امی کے پاش جانا ہے۔ میسم نے ایک بار پھر توتلی زبان سے با مشکل الفاظ ادا کیئے

ہاں ہاں چلو بھائی۔ حسنہ چاچی نے میسم کو گود میں اٹھایا اور وہ چاروں باہر گاڑی کی طرف چلے گئے

کچھ دیر بعد وہ لوگ ہسپتال کی راہداریوں میں دوڑتے ہوئے آ رہے تھے ان تینوں کے چہرے خوشی سے تلملا رہے تھے

ابرار کو راہداری میں دیکھ حسن ان دونوں کو اسی طرف لے آیا

بابا بابا کیسی ہیں امی اور میری بہن؟ حسن پھولے ہوئے سانس لے کر دوڑتا ہوا آتا پوچھنے لگا

ابرار نے جھک کر اسے سینے سے لگایا پھر اپنا داہنا ہاتھ آگے کیا جس پر بھورے رنگ کا پتے کے سا نشان تھا دس سالہ حسن کھلکھلایا اور اپنی داہنی ہتھیلی آگے کی اس پر بھی ایسا ہی نشان تھا لیکن وہ نشان چھوٹا تھا پھر اپنے باپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر باہم جوڑ لیئے_ تم دعا کرو بیٹا انشاء اللہ وہ دونوں ٹھیک ہوں گیں

تبھی پھولے ہوئے گالوں والا میسم بھی لمبے لمبے ڈگ بڑھتا ان کے پاس آیا۔ بڑے بابا۔۔۔ وہ آگے کچھ بول ہی نہ سکا بس لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ ابرار نے اسے گود میں اٹھا لیا

سب ٹھیک ہو گا ابھی تم دونوں یہاں بیٹھ کر دعائیں مانگو۔ انہوں نے حسن کو ہاتھ سے پکڑ کر کرسی پر بیٹھایا اور میسم کو بھی وہی بٹھایا_ پھر انہیں سنجیدہ چہرے کے ساتھ آتا بشر دیکھائی دیا ان دونوں کے برعکس وہ بے حد سنجیدہ تھا اور اس کے چہرے پر کوئی بھی خوشی ظاہر نہیں ہو رہی تھی وہ چپ چاپ حسن کے پاس آ کر بیٹھ گیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میسم چہرہ ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا_ بھائی۔۔۔۔وہ حسن کے بازوؤں کو جھنجھوڑنے لگا۔ ہماری بہن کیسی ہو گی

حسن مسکرایا بالکل ماں جیسی۔اسے اپنی ماں سے بہت پیار تھا اگر حسن کے سامنے ماں ہو تو اس کیلئے دنیا کی ہر دوسری چیز بے کار تھی وہ دیوانوں کی طرح گھنٹوں اپنی ماں کو دیکھتا رہتا۔

اس کا نام کیا ہو گا۔ میسم نے پھر سوال کیا

گلریز_ حسن کی مسکراہٹ گہری ہوئی

گلیج کیوں؟؟ میسم نے اپنی زبان میں نام کا بیڑہ غرق کرتے ہوئے پھر سے سوال کیئے

کیونکہ یہ نام مجھے پسند ہے۔ حسن بھی کہاں اس کے سوالوں سے تھکتا تھا

بشر نے بازو سینے پر باندھے اور پیچھے کو ہو بیٹھا۔"گلریز"اس نے زیر لب دھرایا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تبھی دروازہ کھلا اور نرس گود میں دو بچے لے کر باہر آئی۔ وہ تینوا اچھل کر اپنی جگہوں سے اٹھے اور نرس کی طرف آئے

مبارک ہو آپ کو جڑوا بچے ہوئے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ نرس خوشی سے ابرار کو خبر دے رہی تھی ابرار اس سے پہلے اپنی بیٹی لینی چاہی لیکن پھر کچھ یاد آیا اور انہوں نے حسن کی طرف دیکھا جو کالی آنکھوں میں حسرت لیئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا

ابرار مسکرائے۔ تو کیا تم کو سب سے پہلے اپنی بھن کو گود میں نہیں لینا تھا؟؟ سوال کیا گیا یا یاد دلایا گیا تھا۔ حسن اندازہ نہ کر سکا لیکن اس کی آنکھیں چمکی اور لبوں پر مسکراہٹ آئی۔

وہ آگے آیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر نرس سے اپنی بہن لی۔ ابرار نے اپنا بیٹا لیا۔

حسن کی آنکھوں میں آنسوں آئے ڈھیر سارے آنسوں جنہیں وہ روک نہیں سکا آنسوں ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہتے اس ننھی سی بچی کے چہرے پر پڑے۔ حسن نے جھک کر باری باری اس کی دونوں آنکھیں چومی۔ پھر اس کے ہاتھ چومنے چاہے تو ایک چیز دریافت ہوئی اس کی بہن کے ہاتھ پر ایک چھوٹا سا بلکل کسی نقطے جتنا بھورے رنگ کا نشان تھا جس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کا نقش ابھی واضع نہ تھا۔ حسن نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں پھر ابرار کو اس کی ہتھیلی دکھائی_ دیکھیں بابا اس کے ہاتھ میں بھی ایسا ہی نشان ہے وہ اس کے ننھے سے ہاتھ اپنے پیارے پیارے ہاتھوں میں لیئے ہوئے تھا ابرار مسکرا دیئے

واؤ یہ تو بالکل بڑی ماں جیسی ہے۔ میسم اپنی توتلی زبان میں کہتا سب کو ہنسا گیا البتہ بشر ابھی تک چپ چاپ کھڑا تھا

اب ذرہ ہمیں بھی تو موقع دیں بھائی صاحب۔ ابرار مسکرا کر کہتے اپنا دوسرہ بازو آگے بڑھا گئے حسن نے بچی انہیں تھمائی

الحمد للہ۔۔۔۔ ابرار باری باری اس کے گال چومتے یہی ستر دھرا رہے تھے

کچھ دیر بعد وہ سب ایک کمرے میں جمع تھے۔ کلثوم بیڈ پر ٹیک دیئے بیٹھی تھیں میسم ان سے لپٹا سو رہا تھا۔ اگر تم اس وقت کی کلثوم کو دیکھو تو تمہیں بالکل بیس سالہ گلریز لگیں گیں۔ اگر ابرار کہتے تھے کہ وہ اپنی ماں جیسی ہے تو سچ کہتے تھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بچی کے رونے کی آواز آئی تو بشر برق رفتاری سے اٹھا اور بچی کو اٹھا کر کلثوم کو دیا۔ اسے بوکھ لگی ہو گی بڑی امی اسے کھانا کھلائیں۔ وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا

بچی ماں کی آغوش میں آتے ہی چپ کر گئی تھی

واہ بھائی تم تو بڑا دھیان رکھ رہے ہو اس کا۔ وہ بشر کو دیکھ ہلکا سا مسکرائی

بشر بھی مسکرایا اس نے بیڈ پر اپنی کہنیاں رکھی اور چہرہ ہتھیلیوں پر ٹکایا

وہاں موجود سب کا دھیان بشر ہی کی طرف تھا۔ وہ بہت ہی سنجیدہ اور کم گو بچہ تھا۔ لیکن جو بولتا تھا وہ ہر ایک کو حیران کرتا تھا۔ اس کی اکثر باتیں مستقبل کی ہوتی تھی۔ پتا نہیں یہ سب اس کی معصومیت تھی، یا پھر کوئی اسے سکھا رہا تھا۔

میں ہمیشہ اس کا دھیان رکھوں گا بڑی امی۔ اس نے معصومیت سے کہا

کلثوم کی آنکھوں میں نرم تاثر آیا لیکن حسن تو بگڑ ہی گیا تھا

کیوں بھائی تم کیوں رکھو گے اس کا دھیان میری بہن ہے وہ، میں اس کا دھیان رکھوں گا

بشر نے مڑ کر ایک سوچنے والی نگاہ تپتے بھڑکتے حسن پر ڈالی پھر کلثوم کی طرف رخ کیا جیسے حسن نے کچھ کہا ہی نہیں

بڑی امی۔۔۔اس نے بہت ہی پیار سے انہیں مخاطب کیا اور بس وہی وہ پگھل چکی تھیں

جی میرا بچہ۔۔انہوں نے بچی کو گود میں لیٹایا اور نرمی سے بشر کے بالوں میں ہاتھ پھیرہ۔

بولو میں سن رہی ہوں

وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر دھیرے دھیرے اس کے گال لال ہونے لگے۔ کیا آپ اپنی بیٹی سے میری شادی کرائیں گیں میں اس کا خیال رکھوں گا

وہاں موجود سب کے چہروں پر حیرانگی آئی سوائے کلثوم کے

حسن تو پوری کالی آنکھیں پھیلائے بشر کو دیکھنے لگا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے سالم نگل جائے

میسم نے بھی آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر حیرانی سے بشر کو دیکھنے لگا اس پانچ سالہ بچے کو بھی شادی کی بات بخوبی سمجھ آئی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کلثوم نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا محبت سے پیار سے شفقت سے

مجھے معلوم ہے بچے اگر اس کے باپ اور بھائیوں کے علاوہ کوئی اس کا دھیان رکھ سکتا ہے تو وہ صرف تم ہی ہو

بشر کی بھوری آنکھیں چمکی وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ مطلب یہ میری

اب کہ وہاں موجود سب لوگ ہنس دیئے

ابرار اٹھے اور بشر کے قریب آئے اس نے بشر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اگر میری بیٹی راضی ہوئی تو یہ تمھاری

بشر بے اختیار ابرار سے لپٹ گیا۔ تھینک یو بڑے بابا

ابرار نے ایک نظر اشتیاق پر ڈالی جو مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئے

یوں جو ابھی چند گھنٹے پہلے پیدا ہوئی تھی اس کے تحفظ کا انتظام بھی کر لیا گیا تھا اب وہ محفوظ رہے گی ان درندوں سے۔ ہاں اب وہ محفوظ ہے۔ کلثوم نے دل ہی دل خود کو اطمینان دلایا۔

Clubb of Quality Content

لیکن وقت کے حاکموں سے خوف کھانے والے ان لوگوں کو کیا علم۔ کہ وہ جو لوگوں کو عزت اور ذلت دیتا ہے، جو زندگی اور موت بانٹتا ہے۔ وہ ان کی سوچ سے کئی بہتر فیصلے کر چکا ہوتا ہے۔ آہ کاش ہم انسان اپنے خدا پر اتنا یقین رکھ پاتے جتنا رکھنا چاہیئے۔

★★★____

ایک ہفتے بعد

آپ کی بیٹی بہت کمزور ہے ہمیں اسے ایڈمیٹ کرنا ہو گا۔" گھر آئے ابھی انہیں ایک ہفتہ کی ہوا تھا کہ پھر سے ہاسپٹل کا بلاوہ آپہنچا۔ سفید کوٹ پہنے پر کشش نقوش والی ڈاکٹر صدف اپنے سامنے بیٹھے ابرار میر کو صدمہ ہی پہنچا گئیں تھیں

کیا مطلب ڈاکٹر وہ ٹھیک تو ہو جائے گی۔ وہ فکر مندی سے اپنی گود میں سوتی بچی کو دیکھنے لگے۔ کہیں اس میں کوئی کمزوری تو نہیں ہے۔ ان کے چہرے پر پریشانی واضع تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھیں آپ فکر نہ کریں جڑواں بچوں میں اکثر ایک بچہ ویک ہوتا ہے اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں بس اسے کچھ دنوں کیلئے نرسری میں رکھنا ہوگا اس کے بعد وہ انشاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر نرمی سے انہیں تسلی دلانے کی کوشش کر رہی تھیں

لیکن وہ باپ تھے انہیں کہاں تسلی ہونی تھی وہ بس الجھے ہوئے سے اثبات میں سر ہلا گئے

آپ اسے مجھے دے دے۔ پاس کھڑی نرس نے ہاتھ بڑھایا ابرار نے اسے بچی دے دی۔

آپ اپنے گھر میں انفورم کر دیں اور ہاں رات کے وقت یہاں پر کوئی ایک ہی رک سکتا ہے بچی کے ساتھ بہتر ہے ماں کو ٹھہرا دیجیئے گا۔ ابرار نے ہلکا سا گردن کو خم دیا اور باہر نکل گئے ان کے چہرے پر پریشانی تھی اور دل کسی انہونی کے سا احساس دلاتا تھا_ وہ باہر نکلے تو سامنے بیٹھا حسن دوڑ کر ان کے پاس آیا تھا۔ کیا ہوا بابا گل ٹھیک ہے نا

ہاں وہ ٹھیک ہے بس کچھ دنوں کیلئے اسے یہاں پر ٹھہرانا ہوگا وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے

حسن نے پھر کچھ نہیں پوچھا تھا۔ نرس اس کے سامنے سے گلریز کو اٹھا کر نرسری کی طرف لے گئی تھی ابرار نے موبائل نکالا اور اب وہ اپنے گھر پر انفورم کرنے لگا۔

جب اسے ہاسپٹل سے چھٹی ملی اسی دن وہ اگواہ ہو چکی تھی۔ وہ ہسپتال سے واپس گھر جا ہی نہیں سکی۔ شاید یہی اس کا نصیب تھا اور یہی اس کیلئے بہتر تھا۔ ورنہ یونس خان اسے جب کا ختم کر چکا ہوتا۔ لیکن "جسے رب بقا دے، پھر اسے کون مٹا سکتا ہے...."

★★___

صبح طلوع ہوئی اور شہر اسلام آباد پر آج پھر سے بادلوں کا پہرہ تھا۔ کچھ لوگ اکتائے تھے کہ انہیں سردیوں کا انتظار تھا نا کہ بارشوں کا۔ بدلتے موسم کی وجہ سے ہسپتال بھرے ہوئے تھے۔ کسی کو سردی تو کسی کو ہلکا سا بخار۔ آہ یہ ڈھیٹ امیروں کے نازک بچے۔ اور کچھ غریبوں کی ڈھیٹ اولادیں منہ بسورے اسکولز اور کالیج کی جانب جا رہے تھے۔ آسمان پر اڑتے کئی جہاز موسم کی وجہ سے ڈیلے کر دیئے گئے تھے۔ لیکن صد شکر کہ اس کی فلائیٹ آج بلآخر سرزمین السلام آباد پر پہنچی۔ چار سال بعد آخر کار وہ اس سرزمین پر واپس آ پہنچا تھا۔ جو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی اپنی جگہ تھی۔اس کا اپنا وطن۔جہاں اس کے لوگ تھے۔جہاں وہ درندے نہیں تھے جو رات کے پہر اسے خون سے لت پتھ کیئے گلیوں میں پھینک جاتے تھے۔ہاں جب وہ گیا تھا تب معصوم تھا بچہ تھا۔لیکن اس بار جب لوٹا ہے تو اس میں پرانی ایک جھلک بھی نہ تھی۔وہ معصوم نہیں رہا تھا۔وہ بچہ نہیں رہا تھا۔اس دیار غیر نے اسے اپنی عمر سے زیادہ بڑہ بنا دیا۔اس کی معصومیت نوچ ڈالی اور اسے اپنے جیسا سفاک بے باک بنا دیا تھا۔آخر اس کا قصور کیا تھا؟

نیلی آنکھیں ارد گرد کا جائزہ لیتی ہوئی کسی گہری سوچ میں ڈوبی لگتی تھی۔اس کی سماعت اور نظریں چوکنی تھی۔وہ عام بچوں کی طرح لاپرواہ نہیں تھا۔بس خود کو ظاہر کرتا تھا۔مشین سے زیادہ اس کی سفاک آنکھیں ایک ایک انسان کو اسکین کر رہی تھیں۔اس کی ذہانت، اس کے ارد گرد کا جائزہ لینے کی عادت اور ہر بات مکمل ہونے سے پہلی ہی سمجھ جانے کی خوبی.....یہ چیزیں کبھی اسے بچا لیتیں تو کبھی زندگی کو بوجھ بنا دیتی تھیں۔انسان کو اتنا بھی میچیور نہیں ہونا چاہیئے ورنہ زندگی مذاق بن کر رہ جاتی ہے

★★★

"گل کوئی تم سے ملنے آیا ہے۔" وہ کمرے میں اپنا سامان سیٹ کر رہی تھی جب فیض کی آواز پر چونکی۔ اس نے رخ موڑہ تو وہ دروازے پر کھڑہ تھا افسردہ سا مسکراتا ہوا۔ تم ملنا چاہو گی؟ اس کا دل کیا تھا کہ کاش گل نہ کہہ دے۔

لیکن گل پر جیسے ایک وجدان سا اترہ تھا۔ وہ وہی کھڑی رہی ساکت، شل کوئی جواب ہی نہ دے سکی۔

تبھی دیوار کی اوٹ سے کوئی سامنے آیا۔ سرمائی شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس۔ لمبا قد، چوڑہ سینا، گندمی رنگت، اٹھی ہوئی ناک، نیلی وجیہہ آنکھیں، کلین شیو۔ سنجیدہ چہرہ۔ ہاتھوں سے سیٹ کیئے بال۔ وہ اٹھارہ سالہ خوبصورت نوجوان تھا۔

"ساحل...."

گل کی پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔ اس کا غمخوار سامنے تھا اور گل کو لگا جیسے کسی نے اس کے زخم نوچ کے تازہ کیئے ہوں۔ وہ زخم ابھی تازہ ہی تو تھے ان کو بھرنے والا جو نہیں تھا۔

وہ قدم بڑھاتا ہوا اس کی جانب آیا۔ اس کی انکھوں کا اتاثر ایکدم بدلا ان میں فکر واضع ہوئی۔ چہرے کی رنگت فق ہوئی۔ "گلریز..." اس نے پکارہ

اور اب وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ نہیں معلوم کس لمحے کے زیر اثر گل کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہوئے۔

لمحوں کا کھیل تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے کمرے ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز گونجی، فیض اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

ساحل ناگواری سے اپنا گال رگڑتا سیدھا کھڑہ ہوا۔ کیا یار آتے ہی حملہ۔ اس کا لہجہ بتاتا تھا کہ اس نے کتنا مس کیا تھا اس حملے کو

تم۔۔۔ تم جاہل انسان۔۔۔۔ اب آئے ہو۔ کیوں آئے ہو تم۔ وہ روندھی ہوئی آواز میں غصہ دیکھانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام۔ تم کیوں آئے ہو اب۔۔۔ چلے جاؤ۔۔۔ مجھے تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ یہاں سے۔۔۔ تمہیں پتا بھی ہے میرے ساتھ کیا کیا ہوا۔۔۔۔ وہ چلا رہی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دروازے پر کھڑہ فیض وہی کھڑہ رھہ گیا۔یہ سب وہ اس سے بھی کہہ سکتی تھی۔اپنا غصہ اس پر بھی نکال سکتی تھی۔لیکن۔۔۔۔۔وہ گہری سانس بھرتا رھہ گیا

وہ چپ چاپ سر جھکائے کسی مجرم کی طرح اس کی بات سنتا رہا۔وہ جانتا تھا اگر بولے گا تو مار کھائے گا۔شاید جوتیاں بھی پڑ جائیں۔

جاؤ یہاں سے نکلو۔ذلیل انسان۔۔۔وہ حلق کے بل چلائی۔

لیکن سامنے والا مطمئن ڈھیٹ ثابت ہوا تھا۔ذلیل ہونے کی قسم جو کھا رکھی تھی

چلاتے ہوئے اب اس کی سانس پھول گئی تھی وہ پاس پڑے صوفے پر بیٹھی لمبے لمبے سانس لے رہی تھی

وہ اس کے پاؤں کے قریب بیٹھہ گیا۔آہستہ سے اس کا ہاتھہ تھامنا چاہا۔گل نے زور سے جھٹکا

وہ پیچھے کو ہوا۔بس کر دو موٹی اتنا غصہ کرو گی تو پتلی ہو جاؤ گی۔اور تم جانتی ہو تم جب پتلی ہوتی ہو تو کتنی بری لگتی ہو وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔

خیر اچھی تو تم اب بھی نہیں لگتی لیکن پہلے۔۔۔۔۔

بکواز بند کرو اپنی حسینہ کہیں کے۔۔۔۔وہ دھاڑی تھی

ساحل نے برہ سامنہ بنایا۔ ہمیشہ جلتی رہنا میری خوبصورتی سے ہونہہ جل ککڑی۔۔

میں گلہ دبادوں گی تمھارہ ساحل۔ بہت ہی سہولت سے دھمکایا گیا

ہاں تو دبادو۔ تمہیں کسی نے روکا ہے کیا۔جان کا نظرانہ پیش کیا گیا

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھہ رہے تھے۔ گل غصہ تھی اور وہ اسے مزید تپا رہا تھا

دروازے پر کھڑے فیض کو لگا کسی نے بہت پہلے بہت پہلے گل کی زندگی میں اس کا خال بھر دیا ہے۔ کوئی اس کی جگہ لے چکا ہے۔ جو خال فیض کی زندگی میں ادھورہ رہا تھا۔ وہ گل کی زندگی میں بھر دیا گیا۔ساحل کے ذریعے۔

تو پھر فیض کو کیوں تنہائی ملی۔ کیا اس کی ساری محبت،انتظار، تڑپ سب ردی تھا؟؟

گل نے گردن جھکالی اور لب کاٹنے لگی۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن اسے رونا آرہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور اب وہ رونے لگی تھی۔ وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

ساحل نرمی سے اس کا ہاتھ تھپکتا رہا۔ وہ روتی تھی تو وہ رونے دیتا تھا۔ وہ سگے نہیں تھے اس لیئے وہ اب تھوڑی دوری رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس کی بھن تھی۔ جب سے آنکھیں کھولی گلریز کو کی اپنی بھن سنا۔ بلکہ بھن کم ماں زیادہ تھی۔ وہ اس کی چھوٹی چھوٹی باتیں نوٹ کرتی۔ اس کی ہر فضول اور بے کار بات بہت غور سے سنتی۔ اس کے گرنے پر اسے اٹھنا سکھاتی۔ وہ ساحل کا سہارہ تھی ایسا سہارہ جو اگر چھین لیا جائے تو ساحل ڈھہ جائے۔ اس کا رونا برہ لگتا تھا بہت برہ۔ لیکن وہ اسے رولانے والوں کو بھی رلائے گا یہ تو طے تھا۔

تمہیں پتا ہے میرے ساتھ کیا کیا ہوا ساحل۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ہاتھ آنکھوں سے ہٹالیا۔

ابا نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ انہوں نے ساری زندگی مجھے ایک جھوٹ کے سائے میں رکھا۔ سب جانتے تھے اس بارے میں، نمی بھی، لیکن سب نے مجھ سے چھپایا۔ مجھے اسلام آباد اسی

لیئے بھیجا گیا یہ سب پلان تھا یہ سب کھیل تھا۔ میرے ساتھ کھیل کھیلا گیا ساحل۔ وہ اتنے دنوں سے دل میں دبائے شکوے کو آج بیان کر رہی تھی۔ صحیح انسان کے سامنے

وہ میرے سگے نہیں تھے لیکن مجھے ان سے محبت تھی۔ انہوں نے کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔ میرہ بچپن میری ساکھ، میری بیس سال کی زندگی سب کچھ تباھ کر دیا ان لوگوں نے۔ سب کچھ۔ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔ میں تو حصوں میں بٹ کر رھ گئی ہوں یار۔ کیا کروں کہاں جاؤ۔ وہ کہتی جا رہی تھی اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا

میں ان سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔۔ مجھے یہ سب پسند ہیں۔ لیکن میرے دل سے وہ پرانے خیالات نہیں نکل رہے۔ میں کبھی پہلے جیسے نہیں بن سکتی۔ میرے ساتھ یہ کیا ہو گیا یار

تمہیں ان کے ساتھ رہنا بھی چاہیئے یہ تمھارے سگے ہیں۔ وہ خاموش ہوئی تو ساحل بول رہا تھا۔

اور وہ لوگ غیر نہیں تھے۔ بس ان سے خون کا رشتہ نہیں تھا۔ اپنے تو محبتوں سے ہوتے ہیں نہ۔ اس کی آواز بہاری تھی ایسی کہ سماعتوں کو بھلی لگے، اور لہجہ دلکش، نرم، متاثر کرنے والا۔ اور تمہیں پہلے جیسا کیوں بننا ہے ہاں؟؟

اس کے سوال پر گل روں ابھول اسے دیکھنے لگی

انسان تو کبھی پہلے جیسا نہیں رہتا وقت بدل دیتا ہے۔ یہ کہتے وقت پچھلے چار سال ساحل کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح گھومے۔ وقت نے اسے بھی پہلے جیسا کہاں چھوڑہ تھا۔ تم اب ایک مضبوط لڑکی بنو گی۔ وقت اور حالات تمہیں اور مضبوط بنائیں گیں۔ پہلے شاید تم میں ہت خامیاں ہوں۔ جو اس حادثے کے بعد سے بدل جائیں۔ جیسے کہ اور بڑی خامیاں آجائیں تم میں۔ آخری بات وہ سرگوشی کے انداز میں بولا۔ گل چڑ ہی گئی

تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔

ہاں۔ تڑاک سے کہا گیا

میں اس خاندان سے رشتہ ختم کر چکی ہوں۔ وہ بہت سوچ کر بولی جیسے اب ساحل کا جواب جاننا چاہتی ہو

میں جانتا ہوں۔ لیکن تم اور میں ایک الگ خاندان ہیں۔ ہمارہ رشتہ الگ ہے۔ وہ نہ اس خاندان سے تھا نہ اس خاندان سے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا خاندان ہیں۔ ایک دوسرے کا کمفرٹ زون۔ اور پنچنگ بیگ بھی۔ وہ مسکرہ کر بولا۔ وہ مسکراتا تو ادائیں گال کا گڑھا ظاہر ہوتا

میں کبھی تم سے دستبرداری نہیں دے سکتی ساحل۔ تم میرے بھائی ہو۔ میرے لیئے خاص ہو بے حد خاص۔

ہم کبھی الگ نہیں ہوں گیں۔ کبھی بھی نہیں۔ یقین دہانی کرائی گئی۔

اور گل پر سکون ہو گئی۔ یہ وہ الفاظ تھے جو وہ کتنے دنوں سے سننا چاہ رہی تھی۔ رشتوں کو توڑتے وقت اسے جس رشتے کے کھوجانے کا خوف تھا وہ تو ٹوٹنے جیسا تھا ہی نہیں۔۔۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب کچھ کھلاؤ گی بہت بوکھ لگی ہے۔ ویسے بھی گوروں کے بے رنگ کھانے کھاتے کھاتے میرے منہ کا ذائقہ ہی اڑ گیا ہے۔ اب پلیز آپنے ہاتھ کا کوئی بد مزہ سا کھانا کھلادو پلیز۔۔۔۔۔ وہ منت کے انداز میں ہاتھ جوڑے آنکھیں چھوٹی کیئے بولا۔ گل ہلکا سا ہنسی اور اس کے سر پر ایک چپیڑ رسید کی۔

بکواز نہیں کرو بوکھے انسان۔ کھلاتی ہوں

دروازے پر کھڑہ فیض اب بھاری قدم اٹھاتا وہاں سے جا رہا تھا۔ وہ مزید کسی اور کو اپنی جگہ پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شدت ضبط سے اس کی آنکھوں میں سرخ ڈوریں پڑ رہی تھیں۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا لیکن ضبط بھی مشکل تھا۔ اسے اپنی پچھلی زندگی دھندلی پڑرتی دیکھائی دی۔ جس کے ملنے پر سوچا تھا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا وہ تو مزید غلط ہو رہا تھا۔ اس کا ہر اٹھتا قدم اسے اپنے دل پر پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دونوں شاید ہمیشہ یونہی غیر رہے گیں۔ سوچیں بہت سی سوچیں تھی۔ ساری امیدیں ٹوٹ کر بکھری تھی۔ بھن کے ساتھ جو سپنے سجائے تھے۔ وہ آنکھوں میں ٹوٹ کر چکنا چور ہوئے۔ دل شدید زخمی تھا خون رسنے لگا تھا۔ وہ دیار

غیر سے آیا شخص اس کی بھن کو اس کیلئے غیر کر گیا تھا۔وہ کیوں آیا؟؟اسے نہیں آنا چاہیئے تھا

★★_____

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جاری ہے

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842